شامِ کربلا

محمد شفیع اوکاڑوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

شہادت کے بعد کے واقعات

کربلا میں آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وہ ظلم عظیم ہوا تھا جس پر زمین وآسمان خون کے آنسو روئے اور کائنات پر تاریکی چھا گئی۔ علامہ امام ابن حجر عسقلانی، امام بیہقی، حافظ ابونعیم، علامہ ابن کثیر، علامہ ابن حجر مکی، امام سیوطی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی معتبر تصانیف میں روایات نقل فرمائی ہیں۔ چنانچہ حضرت بُصرہ ازدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

لما قتل الحسين مطرت السمآء دما فاصبحنا وحبابنا و جرارنا و كل شئ لنا ملان دما (بیہقی، ابونعیم سرالشہادتین، ص ۳۲۔ صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

کہ جب حضرت حسین قتل کیے گئے تو آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے گھڑے اور سارے برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی۔

انه' يوم قتل الحسين لم يقلب حجر من احجار بيت المقدس الا وجد تحته' دم عبيط (بیہقی، ابونعیم، سرالشہادتین ، ص ۳۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۴۔ صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

کہ جس دن حضرت حسین شہید کیے گئے اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

حضرت ام حبان فرماتی ہیں۔

يوم قتل الحسين اظلمت علينا ثلاثا و لم يمس منا احد من زعفرانهم شيئا يجعله' علیٰ وجهه الاحترق ولم يقلب حجر بيت المقدس الا وجد تحته' دم عبيط (بیہقی، سرالشہادتین، ص ۳۲)

جس دن حضرت حسین شہید کیے گئے اس دن سے ہم پر تین روز تک اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

خلف بن خلیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

لما قتل الحسین اسودت السمآء و ظهرت الکواکب نهارا (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۴۔ صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

کہ جب حضرت امام حسین شہید کیے گئے تو (سورج کو گہن ہو گیا اور) آسمان سیاہ ہو گیا۔

و ان السمآء احمرت لقتله و انکسفت الشمس حتی بدت الکواکب نصف النهار و ظن الناس ان القیامة قال قامت و لم یرفع حجر فی الشام الاروی تحته دم عبیط (صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

حضرت حسین کے قتل پر آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گہن ہو گیا یہاں تک کہ دن کے وقت تارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے گمان کر لیا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور شام میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا مگر اس کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا تھا۔

امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان الدنیا اظلمت ثلاثه ایام لم ظهرت الجمرة فی السمآء (صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

بے شک دنیا پر تین روز تک تاریکی چھائی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔

ولقد مطرت السمآء و ما بقی اثره فی الثیاب مدة حتّٰی تقطعت (صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

بے شک آسمان نے خون برسایا اور اس خون کی بارش کی سرخی کپڑوں سے پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

حضرت علی بن مسہر اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں۔

کنت ایام قتل الحسین جاریة شابة فکانت السمآء ایاماً تبکی له (تحقیق سر الشہادتین، ص ۳۳)

کہ میں حضرت حسین کی شہادت کے ایام میں جوان لڑکی تھی پس کئی روز تک آسمان ان پر رویا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سات روز تک آسمان خون کے آنسو رویا۔ اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

امام سیوطی فرماتی ہیں۔

و لما قتل الحسین مکثت الدنیا سبعة ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرة و الکواکب یضرب بعضها بعضا و کان قتله' یوم عاشوراء و کسف الشمس ذلک الیوم و احمرت آفاق السمآء ستة اشهر بعد قتله ثم لا زالت الحمرة تری فیها بعد ذلک و لم تکن تری فیها قبله' (تاریخ الخلفاء، ص ۸۰۔ صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

جب حضرت امام حسین شہید کیے گئے تو سات دِن تک دنیا تاریک رہی دِیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی رہا اور ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے رہے اور آپ کی شہادت یومِ عاشورہ میں ہوئی۔ اس دن سورج کو گہن لگ گیا چھ ماہ تک برابر آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر وہ سرخی تو جاتی رہے مگر افق کی سرخی اب تک برابر موجود ہے جو اس واقعہ سے پہلے نہیں دیکھی جاتی تھی۔

علامہ ابن جوزی فتح ملیہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا آسمان کو سرخ کرنا اور خون کی بارش برسانا اس کے بہت زِیادہ ناراض اور غضب ناک ہونے کی علامت ہے کیونکہ جب کوئی غصہ و غضب میں آتا ہے تو اس کا خون جوش کرتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بلاشبہ جملہ عوارض جسمانی سے پاک اور منزہ ہے لیکن اس نے اپنی ناراضی اور غضب کا اِظہار اس طرح کیا کہ آسمان کو سرخ کر دیا اور اس سے خون برسایا اور اس علامت کو قیامت تک کے لیے باقی رکھا۔ چنانچہ امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ان الحمرة التی مع الشفق لم تکن قبل قتل الحسین (صواعق محرقہ، ص ۱۹۲)

کہ بے شک آسمان پر شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔

حضرت ابن عینیہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں۔

لقد رایت الورس عادت رمادا ولقد رایت اللّحم کان فیہ النار حسین قتل الحسین (تہذیب التہذیب، ج۲، ص۳۵۴۔ ابونعیم، سرّ الشہادتین، ص۳۲)	کہ حضرت حسین کی شہادت کے وقت ورس (کسم) راکھ ہوگئی اور گوشت ایسا ہوگیا کہ گویا اس میں آگ بھری ہے۔

جمیل بن مرہ سے روایت ہے کہ

اصابو ابلا فی عسکر الحسین یوم قتل فنحروھا و طبخوھا فصارت مثل العلقم فما استطاعوا ان یسیغوا منھا شیئا (بیہقی، تہذیب التہذیب، ج۲، ص۳۵۴۔ سرّ الشہادتین، ص۳۳)	یزید کے لشکریوں نے لشکر امام حسین کے اونٹ آپ کی شہادت کے روز پکڑ لیے پھر ان کو ذبح کیا اور پکایا تو وہ اندرائن کے پھل کی طرح کڑوے ہوگئے اور ان کو کوئی نہ کھا سکا۔

زمین میں اور فلک میں رنج و غم تھا شور ماتم تھا
زمین روئی فلک رویا کہ ان دونوں سے خوں برسا

اٹھے جب صبح کو تو خون سے برتن بھرے دیکھے
کبھی پُر ہوگئے اس خون سے مٹکے گھڑے اُن کے

کسی پتھر کو جب بیت المقدس میں اٹھاتے تھے
تو اس کے نیچے سے تازہ اور بہتا خون پاتے تھے

چھپا سورج، اندھیرا ہوگیا یومِ شہادت میں
رہا پھر یہ اندھیرا تین دن شکل مصیبت میں

بہ وقت دوپہر دن میں نظر آنے لگے تارے
برابر سات دن تک خون روئے آسماں سارے

ملا غازہ کو جس نے منہ پر اس کا منہ جلا سارا
ہوا ورس تو راکھ اور ہوا تھا گوشت انگارا

مکانوں کے در و دیوار خوں سے ہوگئے رنگین
رنگے کپڑے اور ان کی رنگتیں ڈھل کر نہیں بدلیں

یزیدی فوج نے جب سیّدوں کے اونٹ کو کاٹا
تو اس کا گوشت مثل اندرائن ہوگیا کڑوا

تمام عالم میں اجملؔ اس شہادت پر ہوا ماتم
سنی جنات سے بھی نوحہ خوانی داستان غم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما یری النائم ذات یوم بنصف النہار اشعث اغبر بیدہٖ قارورۃ فیہا دم فقلت بابی انت و امی ما ھذا قال ھذا دم الحسین و اصحابہٖ و لم ازل التقطہ منذ الیوم فاحصٰی ذٰلک الوقت فاجد قتل ذٰلک الوقت (بیہقی۔احمد۔حاکم۔مشکوٰۃ، ص ۵۷۲۔تہذیب التہذیب، ج ۲،ص ۳۵۵)

میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں دست مبارک میں خون بھرا شیشہ ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور اس کے رفیقوں کا خون ہے میں اُسے آج صبح سے اٹھاتا رہا ہوں ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے اس تاریخ اور وقت کا یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم کے آخر میں باب مناجات میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز نیند سے بیدار ہوئے تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی قسم! حسین قتل کر دیے گئے لوگوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کیسے؟ ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ کے ہاتھ میں خون سے بھرا ہوا ایک شیشہ ہے اور آپ فرما رہے ہیں اے ابنِ عباس تمہیں نہیں معلوم کہ میری اُمت نے میرے بعد کیا کام کیا ہے؟ میرے بیٹے حسین کو قتل کر دیا ہے یہ اس کا اور اس کے دوستوں کا خون ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جا رہا ہوں۔ اس خواب کے چوبیس روز کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آئی۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸،ص ۳۰۔احیاء العلوم)

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں امیر المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی۔

وھی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی المنام یبکی و علٰی راسہٖ ولحیتہٖ التراب فقلت مالک یا رسول اللّٰہ قال شھدت قتل الحسین انفا (المستدرک، ج ۴،ص ۱۹۔مشکوٰۃ،تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۶۔البدایہ والنہایہ، ج ۸،ص ۲۰۰)

تو وہ رو رہی تھیں میں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد و غبار ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر گیا تھا۔

جب غزوۂ بدر کے کفار امیروں کے ہاتھ باندھ کر ان کو ایک جگہ بند کر دیا گیا تھا تو اُن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے وہ بوجہ اسیری اور اہل وعیال کی جدائی کے روتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے رونے کی آواز سنی تو بسبب قرابت کے اس قدر بے چین ہو گئے کہ آپ کو رات بھر نیند نہ آئی، صبح ہوتے ہی فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔ مقام غور ہے کہ جب حضرت عباس کے صرف رونے نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت بے چین کر دیا اور آنکھوں سے خواب راحت چھین لیا تھا تو اپنے جگر پارے حسین کے مصائب سے کیا حالت ہوئی ہوگی۔

نیز جب وحشی قاتل سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لایا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر اور نہ مجھے اپنا منہ دکھایا کر یہ مجھے ناگوار ہے حالانکہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ اسلام ماقبل کے جملہ گناہوں اور کفر کو مٹا دیتا ہے تو غور کرنا چاہئے کہ جسکے صغیرہ کبیرہ تمام گناہ مٹ گئے تھے اور کفر دُور ہو گیا تھا اس کو دیکھنا ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہے تو جنہوں نے اولاد اقدس پر مظالم کی انتہا کر دی، بھوکا پیاسا ذبح کیا، لاش مبارک پر گھوڑے دوڑائے، بے گور و کفن پڑا رہنے دیا اور پھر اہل بیت کو لوٹا اور مقدس خواتین کو بے پردہ اونٹوں پر بٹھا کے گلیوں، بازاروں میں پھرایا، اس سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو کس قدر رنج و غم ہوا ہوگا اور آپ کس قدر غضب ناک ہوئے ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا الم ناک سانحہ اور جانکاہ حادثہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کی اولاد کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ پھر اگر زمین و آسمان خون کے آنسو روئیں اور جن و انس تڑپ اٹھیں اور جہاں تیرہ و تار ہو جائے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔

چنانچہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

سمعت الجن يبكين على الحسين و سمعت الجن تنوح على الحسين وهي يقلن

میں نے جنوں کو حضرت حسین پر روتے اور نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے وہ کہتے تھے

ايها القاتلون جهلا حسينا ابشروا با لعذاب و التنكيل

اے حسین کے نادان قاتلو تمہارے لیے سخت عبرت ناک عذاب کی بشارت ہے۔

كل اهل السّماء يدعوا عليكم و نبي مرسل و قبيل

تمام اہل آسمان (ملائکہ) تم پر بددعائیں کرتے ہیں اور سب نبی و مرسل وغیرہ بھی۔

قد لعنتم علىٰ لسان داوٗد وموسىٰ و صاحب الانجيل

بے شک لعنت کیے گئے ہو تم (حضرت) داؤد و موسیٰ اور صاحب انجیل یعنی عیسیٰ (علیہم السلام) کی زبانوں پر۔

(صواعق محرقہ، ص ۱۹۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۱)

نیز انہی سے روایت ہے کہ یا تو میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پر جنوں کو نوحہ کرتے سنا تھا یا حضرت حسین کی شہادت کے موقع پر سنا، وہ روتے ہوئے کہتے تھے ؎

الا یا عین فا بتھلی بجھد ۔۔۔ و من یبکی علی الشھداء بعدی

ہو سکے جتنا تو روئے اے چشم ۔۔۔ کون روئے گا پھر شہیدوں کو

علی رھط تقود ھم المنایا ۔۔۔ الیٰ متجبر فی ملك عھدی

پاس ظالم کے کھینچ کر لائی ۔۔۔ موت ان بے کسوں غریبوں کو

(ابونعیم۔ سر الشہادتین، ص۳۴)

اعتراض

شعۃ اللمعات میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ۵۹ ھ میں وفات پائی اور یہی صحیح تر ہے اور واقعہ کربلا ۱۰، محرم ۶۱ ھ میں ہوا۔ ثابت ہوا کہ حضرت ام سلمہ کے متعلق روایات کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور جنّوں کے نوحے وغیرہ سنے غلط ہے کیونکہ اس وقت زِندہ ہی نہ تھیں۔

جواب...... شعۃ اللمعات میں یہ بھی تو ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۶۲ ھ میں ہوئی ہے اور صاحب اشعۃ اللمعات حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری مشہور تصنیف مدارج النبوت میں اسی دوسری قول کی تائید فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ولیکن موید قول ثانی ست کہ روایت کردہ است ترمذی از سلمی امرءۃ انصار گفت درآمدم برام سلمہ دیدم اورا میگرید گفتم چہ چیز درگریہ آورد ترا یا ام سلمہ گفت دیدم الآن رسول خدارا در منام و بر سر ولحیہ شریف دے خاک ست ومیگرید گفتم چہ شدہ است ترا یا رسول اللہ گفت حاضر شدم قتل حسین را کہ واقع شدہ است وظاہر ایں حدیث آنست کہ وی در قتل امام حسین زندہ بود و نیز گویند کہ چوں خبر قتل حسین بوی رسید لعنت کرد اہل عراق را کہ کشتند اورا (مدارج النبوت، ج۲، ص۴۷۶)

ولیکن دوسرے قول کی تائید ترمذی شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے حضرت سلمیٰ انصاریہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے اُن کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ فرمایا میں نے ابھی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر مبارک و داڑھی شریف پر خاک پڑی ہوئی ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا، میں حسین کے (مقام) قتل پر گیا تھا جو واقع ہو چکا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ امام حسین کے قتل کے وقت زِندہ تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ان کو حضرت حسین کے قتل کی خبر ملی

توانہوں نے ان عراقیوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے حضرت حسین کو قتل کیا تھا۔

الحمدللہ! خود حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ ان کے نزدیک بھی صحیح یہی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں۔

۵۹ھ میں وفات ہوئی یہ واقدی قول ہے جو صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ام المومنین کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی جیسا کہ صحیح روایت سے ثابت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

قال الواقدی توفیت سنة تسع و خمسین و صلّی علیها ابوهریرة و قال ابن ابی خیثمة توفیت فی ایام یزید بن معاویة قلت والاحادیث المتقدمة فی مقتل الحسین تدل علیٰ انها عاشت الیٰ مابعد مقتله. واللّٰه اعلم و رضی اللّٰه عنها	واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور ابوہریرہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کی حکومت کے ایام میں ان کی وفات ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ احادیث جو ذکرِ شہادت حسین میں بیان ہوئی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔ واللہ اعلم ورضی اللہ عنہم

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۱۵)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

مات فی ایام یزید من الاعلام سوی الذین قتلوا مع الحسین و فی وقعة الحرة ام سلمه ام المؤمنین (تاریخ الخلفاء، ص ۸۹)

یزید کے ایام حکومت میں جن نام وروں نے وفات پائی علاوہ ان کے جو حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت ام المومنین ام سلمہ نے وفات پائی واقعہ حرہ میں (آگے ان نام وروں کے نام لکھے ہیں) اور واقعہ حرہ ۶۳ھ میں ہوا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں۔

اس اختلاف روایت کی حالت میں سنہ وفات کی تعیین مشکل ہے تاہم یہ یقینی ہے کہ واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔ مسلم میں ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لشکر کا حال پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکر شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا۔ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں پیش آیا ہے۔ اسلئے اس سے پہلے ان کی وفات کی تمام روایتیں صحیح نہیں۔ (سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۳۱۲)

چنانچہ صحیح مسلم شریف کی وہ روایت یہ ہے حضرت عبید اللہ بن قبطیہ فرماتے ہیں۔

دخل الحارث بن ابی ربیعة و عبداللّٰہ بن صفوان و انا معهما علیٰ ام سلمة ام المؤمنین فسالاها عن الجیش الذی یخسف بہ و کان ذالک فی ایام ابن الزبیر (بقدر الضرورة) (مسلم شریف، ج۲، ص۳۸۸)

کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان اور میں بھی ان کے ساتھ تھا ام المومنین اُم سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (حارث اور صفوان) دونوں نے ام المومنین سے اس لشکر کے متعلق پوچھا جو زمین میں دھنس جائیگا اور یہ سوال عبداللہ بن زبیر کے ایام (خلافت) میں اس وقت کیا گیا (جب کہ لوگ یزید سے منحرف ہو کر ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور یزید نے ایک لشکر ان کی تباہی کیلئے مدینہ منورہ بھیجا تھا)

حضرت حبیب بن ثابت فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت حسین پر جنوں کو روتے اور کہتے ہوئے سنا۔

مسح النبی جبینه　　　فله' بریق فی الخدود

اس جبین کو نبی نے چوما تھا　　　تھی چمک کیا ہی اس کے چہرے پر

ابواه فی علیا قریش　　　و جده خیر الجدود

اس کے ماں باپ برترین قریش　　　اس کا نانا جہان سے بہتر

(ابونعیم ۔ سر الشہادتین، ص۳۴ ۔ البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۲۰۰)

خرجوا به وفدا الیه　　　فهم له' شر الوفود

یعنی پہلے تو یہ لوگ اس (امام) کی طرف وفود لے کر گئے تو وہ کتنے بدترین وفود تھے۔

قتلوا ابن بنت نبیهم　　　سکنوا به نار الخلوف

پھر انہوں نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کیا اور اس کے سبب ان کا ٹھکانا جہنم ہوا۔

(البدایہ، ج۸، ص۲۰۰)

حضرت احمد بن محمد المصقلی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے رات کے وقت ایک ندا کرنے والے کی ندا کو سنا جس کی صورت کو انہوں نے نہیں دیکھا اس منادی نے کہا ۔

عقرت ثمود ناقة فاستو صلوا　　　وجرت سوانحهم بغير الاسعد

قوم ثمود نے (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹیں پس ان کی جڑیں کٹ گئیں اور وہ سعادتوں سے محروم ہوگئے۔

فبنو رسول الله اعظم حرمة　　　واجل من ام الفصيل المقعد

اور اللہ تعالیٰ نے حرمت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حرمت ناقہ صالح علیہ السلام سے اعظم و بزرگ تر بنایا ہے۔

عجبا لهم لها اتوالم يمسخوا　　　والله يملى للطغاة الجحد

پھر تعجب ہے کہ وہ ایسے ظلم کے مرتکب ہوئے اور مسخ نہ ہوئے قاتلین ناقۃ اللہ کی طرح ہاں اللہ مہلت دیتا ہے باغیوں منکروں کو۔

(تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۰۶)

جب حضرت امام نے شہادت پائی تو ایک کوا آیا اس نے اپنی چونچ آپ کے خون مبارک میں ڈبوئی اور اڑا یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت امام کی بیٹی سیّدہ فاطمہ صغریٰ کے گھر کی دیوار پر جا کر بیٹھا اور کہنے لگا ان الحسين يقتل بكربلاء سیّدہ نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا اور روتے ہوئے کہا ۔

نعق العزاب فقلت من　　　تنعيه و يحك يا غراب

آواز دی کوے نے تو میں نے کہا اے کوے تجھ پر افسوس تو کیا خبر دے رہا ہے۔

قال الامام فقلت من　　　قال الموفق للصواب

اس نے کہا حضرت امام کی میں نے کہا کون امام؟ اس نے کہا وہ جو توفیق دیے گئے حق و صداقت کی۔

قلت الحسين فقال لی　　　بمقال محزون اجاب

میں نے کہا حضرت حسین؟ تو اس نے مغموم آواز میں کہا ہاں۔

ان الحسين بكربلاء　　　بين الاسنة و الظراب

بے شک حضرت حسین کربلا میں ریت اور ٹیلوں کے درمیان پڑے ہیں۔

ابكى الحسين بعبرة　　　ترضى الالٰه مع الثواب

میں حسین پر روتا ہوں ایسے غم کے ساتھ جو اللہ کو راضی رکھے مع حصول ثواب کے۔

ثم استقل به الجناح　　　فلم يطق ردّ الجواب

پھر اس کے بازو ایسے جم گئے کہ اس کو جواب دینے کی طاقت نہ رہی۔

فبكيت ممّا حلّ بی　　　بعد الرضى المستجاب

پھر روئی میں ان مصیبتوں کی وجہ سے جو پسندیدہ اور مقبول حضرت کے بعد مجھ پر نازل ہوئیں۔

(درر الاصداف۔ نور الابصار، ص ۲۰۶)

اللہ اللہ! انقلاب زمانہ کا کیسا عجیب اور کتنا عبرت ناک منظر ہے! ایک وقت وہ تھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہزاروں جان نثاروں کے ساتھ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ اس وقت دشمنانِ دین کی ساری قوتیں پاش پاش ہو چکی تھیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن عفو و کرم کے علاوہ اُن کیلئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تھی اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کو جن کی ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی سخت دشمنی اور عداوت میں گزری تھی۔ جب انتہائی بے بس و لاچار حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر کیا گیا تو رحمۃ اللعالمین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مجرم سے جس کے جرائم کی فہرست بہت طویل تھی جو رحمت و کرم اور شفقت و عنایت کا سلوک کیا تھا وہ تاریخ کے صفحات پر زریں نقش ہے۔ کوئی سزا تجویز نہیں فرمائی بلکہ فرمایا، من دخل دار ابی سفیان فھو آمن جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کی جان و مال محفوظ ہے۔ سبحان اللہ! نہ صرف ابوسفیان کی جان بخشی فرمائی بلکہ اس کے گھر کو جس میں ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنتے رہے تھے اور دارالامن بنا کر اپنی شان رحمت کا مظاہرہ فرمایا تھا اب اسی سفیان کی ذریت نے اسی رحمت العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ وہ ظالمانہ سلوک کیا تھا جس پر زمین و آسمان اور جن و انس خون کے آنسو روئے۔ چنانچہ

حضرت شیخ نصر اللہ بن یحییٰ جو ثقات معتبرین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا، اے امیر المومنین آپ نے تو فتح مکہ کے روز فرمایا تھا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں ہے اب سفیانیوں نے آپ کے بیٹے حسین کے ساتھ کربلا میں ایسا بُرا سلوک کیا ہے جو کسی نے نہیں کیا ہوگا آپ نے فرمایا کیا تو ابن صیفی کے وہ اشعار جانتا ہے جو اس نے اس معاملے میں کہے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا اسکے پاس جا کر اس سے وہ اشعار سن۔ میں بڑی حیرانی کے ساتھ بیدار ہوا اور پھر اس کے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی وہ باہر نکلا اور میں نے اس کو اپنا خواب سنایا تو وہ سن کر اتنا رویا کہ اس کی ہچکی بندھ گئی اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ اشعار میں نے آج رات ہی کہے ہیں اور ابھی تک ان کو مجھ سے کسی نے نہیں سنا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ملكنا فكان العفو منا سجيةً　　فلمّا ملكتم سال بالدم ابطح

جب ہم مالک اور بااختیار تھے تو معاف کر دینا ہی ہمارا طریقہ وشیوہ رہا اور جب تم مالک وبااختیار ہوئے تو تم نے خون کی ندیاں بہادیں۔

و حللتم قتل الاساریٰ و طالما　　غدونا علی الاسری فنعفو و نصفح

تم نے قیدیوں کا قتل حلال جانا اور اکثر ہم جو گزرے قیدیوں پر تو ہم معاف کرتے اور درگزر کرتے رہے۔

و حسبکم هذا التفاوت بيننا　　و کل اناء بالذی فيه ينضح

ہمارے اور تمہارے درمیان یہ تفاوت کافی ہے اور بے شک ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

(نورالابصار،ص۱۴۶)

حضرت عامر بن سعد بجلی فرماتے ہیں کہ میں نے امام کی شہادت کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے عامر حضرت براء بن عازب (صحابی) کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہہ اور خبر دے کہ جن لوگوں نے حضرت حسین کو قتل کیا ہے وہ دوزخی ہیں۔ پس میں نے براء بن عازب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا تو انہوں نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔

علامہ حافظ ابن حجر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قاتل الحسين فی تابوت من نار عليه نصف العذاب اهل النار　(نورالابصار،ص۱۵۲۔اسعاف الراغبین،ص۲۱۰)

حسین کا قاتل آگ کے تابوت میں ہے اس پر آدھے جہنمیوں کے برابر عذاب ہے۔

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت صالح شحام سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حلب میں خواب دیکھا کہ ایک کالا کتا پیاس کے مارے زبان نکالتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پانی پلاؤں تو ہاتف غیبی نے آواز دی خبردار اس کو پانی نہ پلا، یہ حسین کا قاتل ہے۔ اس کی یہی سزا ہے کہ یہ قیامت تک یوں ہی پیاسا رہے۔　(تسوید القوس فی تلخیص مسند الفردوس)

شامِ کربلا

ابن سعد نے اپنے مُردوں کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اُن کو دفن کیا لیکن حضرت امام اور آپ کے رفقاء جن کی تعداد بہتر (۷۲) تھی اور ان میں بیس خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے ان سب شہیدوں کو بے گور وکفن پڑا رہنے دیا اور ان کے سروں کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ تیرہ سر بنوکندہ کے پاس تھے اور ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا۔ بیس سر بنوہوازن کے پاس تھے اور ان کے ساتھ شمر ذی الجوشن تھا۔ سترہ سر بنوتمیم اور سولہ سر بنو اسد اور سات بنو مذحج کے پاس تھے۔ (ابن اثیر)

کربلا کے میدان میں شام ہوگئی تھی۔ ظلم و جفا کا لشکر منتشر ٹولیوں کی صورت میں اِدھر اُدھر اپنے طعام وغیرہ میں مشغول تھا۔ وہ بدبخت ایک دوسرے کو دادِ شجاعت دے رہے تھے اپنے ظلم پر خوش ہو رہے تھے اور اِدھر اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد جو چند عورتوں اور شیر خوار بچوں اور ایک بیمار حضرت علی اوسط زین العابدین پر مشتمل تھے۔ رضائے الٰہی پر صابر و شاکر گریہ وزاری کر رہے تھے۔

راہ تسلیم و رضا میں اہل بیت مصطفیٰ　　　صبر کا کرتے تھے باہم امتحان بیٹھے ہوئے

ذرا فطرت کے تقاضوں کے پیش نظر اندازہ کیجئے کہ ان سوگ واروں کی کیا حالت ہوگی جن کی آنکھوں کے سامنے بھرے ہوئے خیمے خالی ہوگئے۔ ان کے عزیز قتل کیے گئے۔ خیمے جلائے گئے۔ سازوسامان لوٹ لیا گیا۔ مقدس لاشیں بے گور وکفن پڑی تھیں اور خود دشمن کی قید میں تھے۔ یہ کیسے عزّ وشان اور فضل اور مرتبے والے لوگ ہیں۔ ان کے گھرانے کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جبریل امین بھی اُن کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت کا طالب ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی محبت وخوشی خدا اور رسول کی محبت وخوشی اور ان کی اذیّت وناراضی خدا اور رسول کی اذیت وناراضی کا موجب ہے۔ یہی وہ گھرانہ ہے جس سے اُمّت کو دین، ایمان اور قرآن ملا ہے۔ جن پر سلام کہنا ہر نماز میں ضروری ہے۔ ہر خطیب جمعہ کے خطبے میں ان کے نام لیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا واسطہ و وسیلہ اجابت دعا کیلئے ضمانت ہے یہ چمن رسالت کے لہلہاتے ہوئے پھول اور کلیاں ہیں، ان کی پاکیزگی اور عظمت کا ذِکر قرآن میں خود خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ آج کربلا کے میدان میں ان پر غم کی شام کا بسیرا ہے۔ یہ شام کیسی اندوہ ناک شام ہے آل رسول کے خون سے رنگین۔ یہ ایسے دن کی شام ہے جو شاید پھر کبھی اس طرح طلوع نہ ہوگا۔ یہ شام اسلام ہی کی نہیں انسانیت کی تاریخ میں بھی رہتی دنیا تک وہ شام کہلائے گی جو ظلم و جفا اور صبر و رضا کی دونوں مثالوں کی یاد دلاتی رہے گی۔ یزیدیت کی تاریکی میں حسینیت کا اُجالا کرنے والی یہ شام صفحۂ دہر پر کبھی نہ مٹنے والا وہ نقش اور ایسی ساعت ہے جو صدیوں تک دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں کیلئے حق و باطل اور اندھیرے اور اُجالے میں فرق کرتی رہے گی۔ یہ شام ایک طرف انسان نما درندوں کی خباثت و ذِلّت اور شیطنیت کی پہچان کرواتی ہے، جور و جفا اور ظلم و ستم کی بدترین سپاہیوں سے اشرف المخلوقات

انسان کو شرمندہ کرتی ہے اور دوسری طرف یہ شام خانوادہ رسول کی مظلومیّت کے ساتھ ساتھ ان کی عظمت و مرتبت، ان کے عفو وعطا، جود وسخا، ایثار ووفا، صبر ورضا اور عزم واستقلال اور استقامت جیسے معطر، مطہر اور موثر محاسن سے انسانیت کو ہمیشہ سربلند کرتی رہے گی کیونکہ نامِ حسین عظمتوں، رفعتوں، رحمتوں اور برکتوں کا امین ہے اور کربلا کی دھندلاتی شام میں یہی نام حسین جگ مگا رہا ہے اور قیامت تک جگ مگاتا رہے گا۔ شام کربلا آلِ رسول کی حقانیت، ایمان، اسلام، حق وصداقت، جرأت وشجاعت، عزت ومرتبت عزیمت واستقامت، امن وحریت اور سیادت وسعادت کا باقی رہنے والا عنوان ہے۔ رات ہوگئی یہ رات ان غم زدہ مظلوم پس ماندگان امام کیلئے قیامت کی رات تھی۔ رات کا دوسرا پہر شروع ہوا، یزید کے لشکری اونگھنے لگے۔ اسیران کربلا کی قافلہ سالار سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عزیزوں کی مقدس لاشوں کے پاس آئیں اور انتہائی دردمندانہ انداز میں اپنے جذبات اور اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔ جب اپنے ماں جائے پیارے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کٹی پھٹی اور کچلی ہوئی مقدس لاش کے پاس آئیں تو خود پر قابو نہ رکھ سکیں۔ اپنے بھائی کے سینے پر منہ رکھ کے اس دردسے روئیں کہ سب کی ہچکیاں بندھ گئیں، سیّدہ فرمارہی تھیں ؎

سر میرے کوئی دوس نہ دیویں بہن تیری مجبور اے
کتھوں لیاواں کفن میں تیرا ایتھوں شہر مدینہ دور اے

ان درندوں نے خانوادۂ نبوت کے آخری چشم وچراغ حضرت امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی جو بیمار تھے قتل کرنا چاہا لیکن ایک شخص حمید بن مسلم کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رحم ڈال دیا اس نے ان درندوں کو یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ کم سن بچہ ہے اور بیمار ہے۔ اس کو قتل نہ کرو۔ ابھی حمید سپاہیوں کو یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ابن سعد بھی آگیا اس نے کہا خبردار کوئی شخص ان لوگوں کے خیموں میں نہ جائے اور نہ ہی کوئی اس بیمار لڑکے سے مزاحم ہو اور جس کسی نے ان کے مال واسباب وغیرہ میں جو کچھ لوٹا ہے واپس کردے اسکے کہنے پر سپاہیوں نے بیمار عابد سے تو ہاتھ روک لیا لیکن لوٹا ہوا مال کسی نے واپس نہ کیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۶۰۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۲)

یزیدی تو سو گئے کچھ پہرے دار جاگتے رہے مگر اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کی آنکھوں میں نیند نہیں، صدمے اور غم کے آنسو تھے۔ یہ کیسے صبر والے لوگ تھے ان کی زبانوں پر حرفِ شکایت نہیں ان کی جبینیں شکن آلود نہیں، انہوں نے واویلا نہیں کیا، گریبان نہیں پھاڑے، قضاءِ الٰہی پر صبر کیا کیونکہ یہی اُنکے نانا جان کی تعلیم تھی اور یہی امام پاک کی وصیّت تھی۔ یزیدی سمجھ رہے تھے کہ قتل حسین سے وہ کامیاب ہوگئے ہیں لیکن امام پاک نے میدانِ کربلا میں فتح وشکست کے عنوان ہی بدل دیے تھے اور تاریخ کے صفحات پر یہ نقش کردیا تھا کہ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے سب کچھ قربان کردینا اور اپنی جان دے دینا شکست نہیں بلکہ عظیم الشان فتح وکامیابی ہے۔ انہوں نے ذِلّت کی زندگی پر عزّت کی موت کو ترجیح دی اور عزیمت واستقامت کی وہ مثال قائم کی

جو رہتی دُنیا تک ایک بامقصد اور زندہ یادگار اور آنے والی نسلوں کیلئے قابل تقلید ہے۔ انہوں نے اپنے مقدس خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اسلام کی حق وصداقت کی گواہی دی اور دین کو اس کی اصل پر باقی رکھا۔ ہر امتحان میں پورے اُترے۔ خود تو نہ رہے مگر اپنی وہ یادیں چھوڑ گئے جو تابندہ و پائندہ رہیں گی۔

أُولٰئك عليهم صَلوات مِّن ربهم وَ رحمة وَأُولٰئك هم المهتَدُون

آں امامِ عاشقاں پورِ بتول — سروِ آزادے ز بُستانِ رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر
بہرِ آں شہ زادۂ خیرالملل — دوشِ ختم المرسلیں نعم الجمل
بر زمینِ کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تاقیامت قطع استبداد کرد — موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق در خاک وخوں غلطیدہ است — پس بنائے لاالہ گر دیدہ است
سرِّ ابراہیم و اسمٰعیل بود — یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزم اوچوں کوہ ساراں استوار — پائدار و تند سیر و کام گار
تیغ بہرِ عزتِ دین است و بس — مقصدِ او حفظِ آئین است و بس
ما سوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست
خونِ او تفسیر ایں اسرار کرد — ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد
تیغِ لاچوں از میاں بیروں کشید — ازرگِ ارباب باطل خوں کشید
نقش الااللہ بر صحرا نوشت — سطرِ عنوانِ نجاتِ مانوشت

اے صبا اے پیکِ دُور افتادگاں
اشکِ ما بر خاکِ پاکِ اورساں

(اسرار ورموز۔ اقبالؔ)

کوفہ روانگی

صبح کے وقت اہل بیت نبوّت کے یہ ستم رسیدہ افراد بہ حالت اسیری جب لشکر یزید کے ساتھ کوفہ کی جانب چلے تو امام پاک کی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کے سامنے بے گور وکفن ان کے پیاروں کی مقدّس لاشیں تھیں وہ سب ایک ایک لاش کے قریب جا کر الوداع کہہ رہی تھیں۔ ان کے رونے میں اتنا دَرد تھا کہ کلیجے پھٹے جاتے تھے، حشر برپا ہوگیا تھا۔ سیّدہ زینب نے انتہائی دردوکرب کے ساتھ روتے ہوئے کہا:۔

یا محمّداہ، یا محمّداہ، صلی علیک اللّٰہ ، و ملک السماہ ، ھذا حسین بالعراہ، مذمل بالدماہ، مقطع الاعظا یا محمّداہ، و بناتک سبایا و ذریتک مقتلہ، تسقی علیھا الصبا، قال فابکت واللّٰہ کل عدو و صدیق (البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۱۹۳۔ طبری، ج۶، ص۲۶۲)

یا محمداہ، یا محمداہ! آپ پر اللہ اور ملائکہ آسمانی کا دُرود وسلام ہو۔ دیکھیے یہ حسین چٹیل میدان میں اعضا بریدہ خاک وخون میں آلودہ پڑے ہیں یا محمداہ! آپ کی لڑکیاں قید میں ہیں آپ کی اولاد مقتول پڑی ہوئی ہے۔ ہوا ان پر خاک اُڑا رہی ہے یہ دِل دوز فریاد سن کر دوست دشمن سب رو دیے ۔

اے محمد گر قیامت سر بروں آری زخاک سر بروں آرد قیامت درمیان خلق بین

شہدا کی تدفین

جب لشکر یزید کربلا سے کچھ دُور چلا گیا تو شہادت کے دوسرے اور بقول بعض تیسرے روز قبیلۂ بنو اسد جو قریۂ غاضریہ کہ کنارہ فرات پر واقع تھا کے لوگ آئے اور انہوں نے امام عالی مقام کے تن بے سر کو ایک جگہ اور باقی شہیداء کو جن کی تعداد بہتر تھی ایک جگہ دفن کیا۔

سر انور پر نُور اور سفید پرندے

اہل بیت نبوت کے لٹے ہوئے قافلہ کے بقیہ افراد ١١- محرم کو کوفہ پہنچے جب کہ شہداء کے سر اُن سے پہلے پہنچ چکے تھے امام عالی مقام کا سر انور خولی بن یزید کے پاس تھا یہ رات کے وقت کوفہ پہنچا۔ قصر امارات کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ سر کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ ظالم نے سر انور کو فرش پر ایک بڑے برتن کے نیچے ڈھانک کر رکھ دیا اور اپنی بیوی 'نوار' کے پاس جا کر کہا میں تمہارے لئے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں، وہ دیکھ حسین بن علی کا سر تیرے گھر میں پڑا ہے۔ اس نے کہا تجھ پر خدا کی مار! لوگ تو سونا چاندی لائیں اور تو فرزند رسول کا سر لایا ہے۔ خدا کی قسم! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی نوار کہہ کر اپنے بچھونے سے اٹھی اور جہاں سر انور رکھا تھا وہاں آ کر بیٹھ گئی۔

قالت فواللّٰہ ما زلت انظر الیٰ نور یسطع مثل العمود من السمآء الی الاجانة و رایت طیرا بیضاء ترفرف حولها فلمّا اصبح غدا بالراس الیٰ عبید اللّٰہ ابن زیاد (طبری، ج ٦، ص ٢٦١۔ ابن اثیر، ج ٤، ص ٣٣۔ البدایہ والنہایہ، ج ٨، ص ١٩٠)

وہ کہتی ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک مثل ستون چمک رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ سفید سفید پرندے اس کے ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو وہ سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

سرِ انور اور ابن زیاد

الغرض ابن زیاد بدنہاد کا دربار لگا اور لوگوں کیلئے اذن عام ہوا۔ بھرے دربار میں اس کے سامنے امام عالی مقام کا سرِانور ایک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ اس ظالم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے وہ آہستہ آہستہ آپ کے لبوں اور دانتوں پر مار رہا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ایسا حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ اس مردود کی گستاخی اور بے ادبی پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بوڑھے صحابی زید بن ارقم جو اس وقت وہاں موجود تھے تڑپ اُٹھے اور دردوکرب کے ساتھ روتے ہوئے فرمایا، او ابن مرجانہ! یہ لکڑی امام پاک کے لب ہائے مبارک اور دندان شریف سے ہٹا خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! بے شک میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہی لبوں اور دانتوں کو چوما کرتے تھے یہ کہہ کر وہ زاروقطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے بہت رُلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا اور تیری عقل زائل نہ ہوگئی ہوتی تو میں ضرور تیری گردن سے تیرا سر جدا کر دیتا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۶۲۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۳، البدایہ، ج ۸، ص ۱۹۰) حضرت زید نے فرمایا، میں اس سے بھی زیادہ غصہ دلانے والی بات سناتا ہوں، سن میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے دائیں زانو پر حسن اور بائیں زانو پر حسین تھے۔ آپ ان دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ میں ان دونوں کو تیرے مومنین صالحین کے پاس بہ طور امانت سپرد کرتا ہوں۔ تو اے بدنہاد تو نے امانتِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ کیسا سلوک کیا ہے۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا، اے کوفیو! خدا تم سے کبھی خوش نہ ہو تم نے فرزند رسول اللہ کو قتل کیا اور ابنِ مرجانہ کو اپنے اوپر مسلط کیا اب یہ تمہارے اچھوں کو مارے گا اور تمہارے بروں کو چھوڑے گا یہ کہہ کر حضرت زید روتے ہوئے باہر نکل گئے۔ (ابن ابی الدنیا۔ صواعق محرقہ، ص ۱۹۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین کا سرِانور ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو اس وقت میں اس کے پاس تھا تو اس نے آپ کے حسن و جمال میں کچھ کلام کیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو وہ آپ کی ناک پر مارتا تھا۔

فقال انس کان اشبھھم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و کان مخضوبا بالوسمۃ

تو حضرت انس نے فرمایا کہ حسین بہت زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ نے وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔

(ترمذی باب مناقب الحسین۔ بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۰۳)

روایت ہے کہ جس وقت امام عالی مقام کا سرانور ابن زیاد بدنہاد کے سامنے رکھا گیا تو قاتل نے بڑے فخر کے ساتھ کہا ؎

اوفر رکابی فضۃ و ذھبا فقد قتلت الملک المحجبا

قتلت خیر الناس أما و أبا وخیر ھم اذ ینسبون نسبا

میرے اونٹوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو۔ کیونکہ میں نے ایک نامور بلند مرتبہ سردار کو قتل کیا ہے

میں نے اس کو قتل کیا ہے جو بہ لحاظ مادر و پدر اور حسب و نسب سے سب لوگوں سے بہتر تھا۔

ابن زیاد یہ سن کر غضب ناک ہوا اور کہنے لگا اگر تیرے نزدیک وہ ایسے ہی فضائل والے تھے تو پھر تو نے اُن کو قتل کیوں کیا؟ **واللّٰہ لا نلت منی خیرا و لا لحقنک بہ ثم ضرب عنقہ** خدا کی قسم! تیرے لئے اس کا بہتر صلہ میری طرف سے یہی ہے کہ تجھے بھی انہی کے پاس پہنچا دوں۔ پھر اسکی گردن ماردی۔ (الصواعق محرقہ، ص ۱۹۵۔ سعادت الکونین، ص ۱۱۷۔ نور الابصار، ص ۱۳۴)

ابن زیاد اور اسیرانِ کربلا

پھر اہل بیت کے بقیہ افراد ابن زیاد کے سامنے پیش کیے گئے۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کنیزوں کا سا پرانا اور میلا سا لباس پہن کر اپنی ہیئت بدل دی تھی آپ کے اردگرد چند عورتیں تھیں۔ ابن زیاد بدنہاد نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اس نے دوسری تیسری بار پوچھا پھر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو ایک عورت نے کہا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ یہ سن کر مردود نے کہا:۔

الحمد للّٰہ الذی فضحکم و قتلکم و الکذب احدوثتکم

خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رُسوا کیا اور تمہاری جدتوں کو جھٹلایا (معاذ اللہ)

شیر خدا کی بیٹی نے فرمایا:۔

الحمد للّٰہ الذی اکرمنا بمحمد (صلی اللّٰہ علیه وسلم) و طھرنا تطھیرا لا کما تقول و انما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر

خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں بوجہ (اولاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے) مکرم و معظم بنایا اور ہمیں پاک کیا جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا نہ کہ جیسا تو کہتا ہے بلاشبہ فاسق و فاجر ہی رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔

ظالم کہنے لگا تم نے دیکھا خدا نے تمہارے اہل بیت کیساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ سیّدہ نے فرمایا، ان کیلئے شہادت مقدر ہو چکی تھی اسلئے وہ مقتل میں آئے اور عنقریب وہ اور تم اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہو گے اس وقت وہ اس کے سامنے اِس کا انصاف طلب کرینگے۔ یہ دندان شکن جواب سن کر ابن زیادہ غضب ناک ہو کر کہنے لگا، خدا نے تمہارے اہل بیت کے سرکش اور نافرمان آدمی سے میرے غصہ کو ٹھنڈا کر دیا۔ ظالم کے ان الفاظ سیّدہ کو تڑپا دیا وہ انتہائی درد کے ساتھ روئیں اور فرمایا میری عمر کی قسم! تو نے میرے ادھیڑوں کو قتل کیا، میرے خاندان کو تباہ کیا، میری شاخوں کو کاٹا اور میری جڑ کو اکھاڑا۔ اگر اسی سے تیری تسکین اور تیرا دِل ٹھنڈا ہونا تھا تو بے شک ہو گیا۔ ظالم کہنے لگا یہ جرأت اور یہ شجاعت میری عمر کی قسم! تمہارے باپ بھی تو شاعر اور بڑے شجاع تھے۔ سیّدہ نے فرمایا، عورت کو شجاعت سے واسطہ۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۶۲۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۳، البدایہ، ج ۸، ص ۱۹۳)

اسی اثنا میں اس ظالم کی نظر حضرت امام زین العابدین پر پڑی تو کہنے لگا، تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا علی بن حسین۔ نام سن کر بولا کیا خدا نے علی بن حسین کو قتل نہیں کیا؟ آپ خاموش رہے۔ کہنے لگا بولتے کیوں نہیں؟ فرمایا میرے دوسرے بھائی کا نام بھی علی تھا لوگوں نے ان کو قتل کردیا۔ بولا نہیں بلکہ اسے خدا نے قتل کیا۔ آپ پھر خاموش رہے۔ بولا چپ کیوں ہوگئے جواب دو آپ نے جواب میں یہ آیتیں پڑھیں: اللّٰہ یتوفی الانفس حِین موتِہا وَ ما کان لنفسٍ اَن تموتَ اِلا باذنِ اللّٰہ اللہ ہی جانوں کو قبض کرتا ہے انکی موت کے وقت اور کوئی نفس نہیں مرتا مگر اللہ کے حکم سے۔ یہ سن کر ابن زیاد بولا تم بھی انہی میں سے ہو پھر آپ کے بلوغ کی تصدیق کروا کر آپ کے قتل کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا، ان عورتوں کو کس کے سپرد کروگے؟ ظالم کے اس انتہائی سفاکانہ حکم کو سن کر سیّدہ زینب تڑپ گئیں اور زین العابدین کو اپنی آغوش میں لے کر ان سے چمٹ گئیں اور نہایت دردانگیز انداز میں فرمایا، کیا ابھی تک تم ہمارے خون سے سیراب نہیں ہوئے۔ تم نے کس کو باقی چھوڑا ہے۔ کیا یہ ایک آسرا بھی باقی نہ رکھوگے خدا کیلئے جو مصیبتیں ہم پر گزر چکی ہیں ان پر بس کرو۔ جان نثار پھوپھی نے عابد حزیں کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا ابن زیاد میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر ایک سوال کرتی ہوں کہ اگر ان کو قتل کرو تو اُن کے ساتھ مجھے بھی قتل کردو۔ لیکن زین العابدین پر مطلقاً کوئی خوف وہراس طاری نہ ہوا، انہوں نے نہایت اطمینان اور وقار کے ساتھ فرمایا، اگر تم لوگ مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو قرابت داری کا لحاظ اور پاس کرتے ہوئے کسی متقی اور شریف آدمی کو ان عورتوں کیساتھ کردو، جو ان کو عزت وشرافت کے ساتھ وطن پہنچادے۔ زین العابدین کی یہ بات سن کر ابن زیاد دیر تک دونوں پھوپھی بھتیجے کا منہ تکتا رہا۔ آخر اس شقی کا دِل پسیج گیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو ان عورتوں کے ساتھ رہنے کیلئے چھوڑ دو۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۴،

البدایہ، ج ۸، ص ۱۹۳۔ طبری، ج ۶، ص ۲۶۳)

مسجد کوفہ میں اعلان فتح اور ابن عفیف کی شہادت

اس کے بعد اعلان ہوا کہ لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو ابن زیاد نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے امیر المومنین یزید بن معاویہ اور انکے ساتھیوں کی مدد کی اور ان کو فتح و نصرت سے نوازا اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور ان کے رفقاء کو شکست دی اور قتل کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جب ظالم نے حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کذاب کہا تو حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں سے ایک بزرگ تھے اور دونوں آنکھوں سے معذور تھے اور سارا دن مسجد میں ذکر و اذکار اور نماز پڑھنے میں گزارتے تھے وہ بہت بے تاب ہو کر اٹھے اور بھرے مجمع میں کہا او ابن مرجانہ تو بھی کذاب ہے تیرا باپ بھی کذاب تھا۔ تم لوگ اولادِ رسول کو قتل کرتے ہو اور باتیں ایسی کرتے ہو جیسے صدیقین ہوتے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا اس کو پکڑ لو۔ سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت تو ان کی قوم کے لوگوں نے ان کو چھڑا لیا، بعد میں ابن زیاد نے ان کو بلوایا اور حکم دیا کہ ان کو قتل کر کے ان کی لاش کو لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(طبری، ج ۶، ص ۲۶۳۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۴، البدایہ، ج ۸، ص ۱۹۱)

پھر ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ اسیرانِ اہل بیت کو قید خانے میں رکھا جائے اور حسین کے سر کو نیزے پر بلند کر کے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے۔ چنانچہ امام پاک کے سر انور کو پھرایا گیا۔

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب جلاء العیون اور مقتل ابن نما میں مذکور ہے جب اہل بیت نبوت کے بقیہ افراد کوفہ پہنچے تو اُنکی حالت زار اور عالم بے کسی کو دیکھ کر اہل کوفہ زور زور سے رونے اور ماتم کرنے لگے۔ ان کے رونے اور ماتم کرنے کو دیکھ کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدہ زینب اور حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اُن کے سامنے خطبات ارشاد فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد و صلوۃ کے بعد فرمایا جو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں ان کا فرزند ہوں جو کنارۂ فرات پر بھوکے پیاسے شہید کیے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کے ذِمّے نہ کسی کا خون تھا نہ انہوں نے کسی کا مال لیا تھا میں اُن کا فرزند ہوں جن کی ہتک عزّت کی گئی۔ مال و اسباب بھی لوٹ لیا گیا ان کے عیال قیدی بنائے گئے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ! کیا تم نے میرے والد ماجد کو خطوط لکھ کر نہیں بلایا تھا؟ اور کیا تم نے ان سے عہد و پیمان نہیں کیے تھے؟ ضرور کیے تھے پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا صرف یہی نہیں بلکہ ان سے جنگ کی اور دشمن کو اُن پر مسلط کیا۔ پس تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو، تم نے جہنم کی راہ اختیار کی اور اپنے لئے بہت بُرا راستہ پسند کیا۔ بولو! تم رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس طرح آنکھ ملاؤ گے اور کیا جواب دو گے جب وہ تم سے فرمائیں گے تم نے میری عزّت کو قتل کیا اور میری حرمت کی ہتک کی پس تم میری اُمت میں نہیں ہو۔

اس وقت ہر طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور کوفیوں نے کہا، اب ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ آپ نے فرمایا اے گروہ غدار و مکار! تم یہ چاہتے ہو کہ تم مجھ سے بھی ویسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا ہے؟ میں تمہارے قول و اقرار اور دروغ بے فروغ پر کسی طرح بھی اعتماد نہیں کروں گا۔ حاشا وکلا خدا کی قسم! ابھی وہ زخم نہیں بھرے جو کل ہی ہمارے پدر بزرگوار، اُن کے اہل بیت اور اُن کے رفقاء کے قتل ہونے سے لگے ہیں اور یہ سب کچھ تمہاری غداری و بے وفائی کی وجہ سے ہوا۔ واللہ میرا جگر کباب ہے پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

تعجب نہیں ہے اگر حضرت حسین قتل کیے گئے اس لئے کہ اُن کے بزرگ بھی جو ان سے افضل تھے قتل ہوئے تھے۔ اے کوفہ والو خوش نہ ہو بباعث ان ظلموں کے جو حضرت حسین پر کیے گئے یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہے۔ جو بزرگوار اور نہر فرات پر قتل ہوئے ہیں ان پر میری روح قربان ہو۔ جن لوگوں نے ان کو قتل کیا ہے ان کی سزا جہنم ہے۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حمد و صلوۃ کے بعد فرمایا، اے بے وفا اور دغا باز کوفیو! کیا اب تم روتے اور ماتم کرتے ہو خدا تمہیں ہمیشہ رُلائے اور تمہارا رونا اور ماتم کرنا کبھی موقوف نہ ہو۔ تم بہت زیادہ روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو کاتے ہوئے تاگے کو مضبوط ہو جانے کے بعد جھٹکے دے کر توڑ ڈالے۔ تم نے اپنے ایمان کو دھوکے اور فریب کا ذریعہ بنایا ہوا ہے تمہاری مثال اس سبزے کی سی ہے جو نجاست کی ڈھیری پر لگا ہو۔ تم میں بجز خودستائی، شیخی، عیب جوئی، تہمت سرائی اور لونڈیوں کی طرح خوشامد اور چاپلوسی کے کچھ نہیں۔ بلاشبہ تم بہت برے کام کے مرتکب ہوئے ہو تم نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ذلت حاصل کی اور عیب کمایا اور جہنم کے سزاوار ہوئے۔ تمہارے ماتھے پر بیوفائی اور غداری کا داغ جو لگ چکا ہے وہ کسی پانی سے زائل ہونے والا نہیں۔ اے کوفیو! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کس جگر رسول کو پارہ پارہ کیا اور کس کا خون بہایا ہے تم نے خلاصہ خاندان نبوت اور سردار جوانان اہل بیت اور مینار دین و شریعت کو قتل کیا ہے تم نے مخدرات عصمت و طہارت دختران خاتون جنت کو بے پردہ کیا ہے۔ اہل کوفہ تم نے اپنے لئے آخرت میں بہت برا توشہ بھیجا ہے۔ خدا تعالیٰ تم پر اپنا غضب نازل کرے اور تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل کرے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا، اے کوفے والو! تمہارا برا حال ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں تم نے میرے پیارے بھائی کو بلایا پھر ان کو چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی۔ تمہاری بے وفائی اور غداری کی وجہ سے وہ قتل ہوئے۔ ان کا مال و اسباب لوٹا گیا اور ان کے اہل بیت قیدی بنے۔ اب تم ان پر روتے ہو خدا تم کو ہمیشہ رلائے کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کیا ظلم کیا ہے اور کن گناہوں کا انبار اپنی پشت پر لگایا ہے۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

قتلتم اخی صبرا فویل لا مکم　　　ستجزون نارا حرها یتو قدوا

تم نے میرے بھائی کو عالم غربت میں چاروں طرف سے گھیر کر بھوکا پیاسا قتل کیا تمہارے مائیں روئیں۔
عنقریب تم اس کی سزا میں آگ میں جلو گے جو شعلہ ور ہوگی۔

سفکتم دماء حرم اللہ سفکها　　　وحرمها القرآن ثم محمد

تم نے وہ خون بہایا ہے جس کا بہانا اللہ تعالیٰ نے اور قرآن نے پھر حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حرام کیا ہے۔

الا فابشروا بالنار انکم غدا　　　لفی سقر حقا یقینا تخلدوا

آگاہ ہو تم کو بشارت ہے آتش جہنم کی کل قیامت کے دِن یقیناً تم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہو گے۔

وانی لا بکی فی حیاتی علیٰ اخی　　　علیٰ خیر من بعد النبی سیولدوا

اور بے شک میں تمام عمر اپنے بھائی پر غم سے رووں گی وہ بھائی جو نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد بہتر تھے
ان سے جو پیدا ہوں گے۔

بدمع غزیر مستهل مکفکف　　　علی الخد منّی ذائنا لیس بحمد

اور یہ آنسو کبھی بند نہ ہوں گے بلکہ برابر رُخساروں پر بہتے رہیں گے اور کبھی خشک نہ ہوں گے۔

(مقتل ابن نما، ص ۸۳۔ جلاء العیون، ج ۲، ص ۲۲۳)

اس کے بعد ابن زیاد بدنہاد نے اشقیا کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں شمر ذی الجوشن، خرلی بن یزید، زحر بن قیس وغیرہ بھی تھے۔ شہداء کے سروں اور اسیران اہل بیت کو یزید پلید کے پاس اس حالت میں بھیجا کہ زین العابدین کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال دی گئی تھیں اور بی بیوں کو اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا گیا تھا۔ ظالم نے اپنے سپاہیوں کو تاکید کردی تھی کہ راستے میں تشہیر کرتے ہوئے اور سروں کو نیزوں پر چڑھا کر لوگوں کو بتاتے ہوئے جانا کہ دیکھ لو جنہوں نے حاکم وقت یزید کی مخالفت کی ان کا یہ حشر ہوا ہے تاکہ لوگ ڈر جائیں اور یزید کی مخالفت سے باز رہیں ۔

قافلے اس طرح دنیا میں بہت کم جاتے ہیں
جس طرح آج کے دن اہل حرم جاتے ہیں

قافلہ ہے مدنی لوگ ہیں اولاد علی
ہاشمی خیل ہیں اور آل رسول عربی

اہل بیت نبوی ہیں یہ اسیران بلا
سر و سامان ہے یاں بے سر و سامانی کا

آستیں اشک سے تر جیب و گریباں سب چاک
منہ پہ بھی گرد والم آنکھیں تھیں خوں سے نم ناک

رہروانند شکستہ دل و خستہ جگرے
جز غم و درد ندارند انیسے دگرے

نہ زہم درد و رفیقانِ وطن ہیچ کسے
نہ کسے مونس تنہائی و نے داور سے

دن کو راحت نہ کسی وقت نہ شب کو آرام
ساتھ خیمہ نہیں جس میں کہ ہو راتوں کو مقام

سایہ گستر بجز افلاک دگر ہیچ نبود
فرشِ آرام بجز خاک دگر ہیچ نبود

غم شبیر نہاں دل میں کیے جاتے تھے
داغ غم تحفۂ احباب لیے جاتے تھے

رنج تازہ بھی جو آتے تھے پیے جاتے تھے
جانِ غم دیدہ کو گو صبر دیے جاتے تھے

ضبط نالہ کریں تو سینہ پھٹا جاتا تھا
نہ کریں گریہ تو دل غم سے جلا جاتا تھا

کیا کہیں آکے وہ اس دشت میں کیا کھو کے چلے
گھر سے آئے تھے یہاں کیا اور کیا ہو کے چلے

سر و سرمایۂ ایں قافلہ را بود حسین
آہ اینک سفر خلد بفرمود حسین

راستہ میں ایک منزل پر اہل کتاب کا ایک دیر (گرجا) آیا یہ لوگ رات گزارنے کیلئے وہاں ٹھہر گئے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں یشربون النبیذ کہ وہ خرمے کا شیرہ پینے لگے لیکن علامہ ابن کثیر نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے وھم یشربون الخمر کہ وہ شراب پینے لگے (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۰۔ صواعق محرقہ، ص ۱۹۲۔ سر الشہادتین، ص ۲۵۔ نور الابصار، ص ۱۴۷۔ سعادت الکونین، ص ۱۲۳) کہ اتنے میں ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اَترجوا اُمة قتلت حسیناً شفاعَة جدہٖ یومَ الحساب

کیا وہ گروہ بھی یہ امید رکھتا ہے جس نے حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا ہے
کہ قیامت کے دن ان کے جدامجد اس گروہ کی شفاعت کریں گے۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ شعر پہلے سے دیوار پر لکھا ہوا تھا۔ جب ان بدبختوں نے دیکھا تو دیر کے راہب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب کا لکھا ہوا ہے۔

فقال انّہ مکتوبٌ ھھُنا من قبل ان یبعث نبیّکم بخمسمائة عام

راہب نے کہا، یہ شعر تمہارے نبی کے مبعوث ہونے سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

(تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۹۹۔ سعادت الکونین، ص ۱۲۳۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ، ج ۱، ص ۶)

علامہ ابن کثیر، ابن عساکر سے روایت فرماتے ہیں: انَّ طائفةَ من النّاس ذَھبوا فِی غزوةٍ اِلی بلادِ الرّوم فوجدوا فِی کنیسةٍ مکتوباً۔

اَترجوا اُمة قتلت حسیناً شفاعَة جدہٖ یومَ الحساب

فقالو ھم مَن کتب ھذا ؟ فقالو انّ ھذا مکتوب من قبل مبعث نبیّکم بثلا ثمائة سنة (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۰)

کہ لوگوں کا ایک لشکر بسلسلہ جنگ بلاد روم کی طرف گیا انہوں نے وہاں ایک کنیسا میں بھی یہ شعر لکھا ہوا تھا تو ان سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ شعر تمہارے نبی کی بعثت سے تین سو سال پہلے لکھا ہوا ہے۔

دیر کے راہب نے قافلے میں جب شہدا کے سروں کو نیزوں پر اور چند بیبیوں اور بچوں کو بہ حالت اسیری و مظلومیت دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا اُس نے حالات دریافت کیے جب اس کو سب کچھ معلوم ہوا تو وہ سخت حیران ہو کر بولا تم بہت برے لوگ ہو، کیا کوئی اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ بھی ایسا سلوک کر سکتا ہے جیسا تم لوگوں نے کیا ہے۔

پھراس راہب نے اس گروہِ اشقیاسے کہا کہ اگرایک رات کیلئے تم اپنے نبی کے نواسے کا سر میرے پاس رہنے دو، اوران بیبیوں کی خدمت کا موقع مجھے دو، تو میں تم کو دس ہزار دینار دیتا ہوں۔ وہ درہم و دینار کے بندے اس پر راضی ہوگئے۔ راہب نے ایک صاف ستھرا کمرا بیبیوں کو رات گزارنے کیلئے پیش کیا اور اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں لیکن میرے دل میں تمہارے خاندان کی بڑی عزت ہے۔ اس نے صبر کی تلقین بھی کی کہ اللہ والوں کو اللہ کی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں آئی ہیں انہوں نے صبر کیا تو اللہ نے ان کو صبر کا بدلہ بہت اچھا دیا ہے اب تمہارے لئے بھی سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں بیبیوں نے اس کی ہم دردی کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دعائیں دیں۔

راہب نے رقم ادا کرنے کے بعد حضرت امام کا سرانور لیا اور اپنے خاص کمرے میں جا کر سر اقدس، چہرۂ مبارک اور مقدس زلفوں اور داڑھی مبارک کے بالوں پر جو غبار اور خون وغیرہ جما ہوا تھا اس کو دھو کر صاف کیا اور عطر و کافور لگا کر معطر کیا اور بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ اپنے سامنے رکھ کر زیارت کرنے لگا۔ اس کی اس تعظیم و تکریم اور حُسن سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اس نے اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیے۔ اس پر گریہ طاری ہوا اور اس کی آنکھوں سے پردے اُٹھ گئے اس نے کیا دیکھا کہ سرانور سے آسمان تک نور ہی نور تھا۔ جب اُس نے سرانور کی کرامت اور انوار تجلیات کا مشاہدہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان پر جاری ہوا: اَشھد اَن لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وَ اَشھد ان مُحمّد رَسول اللّٰہ۔ چونکہ اس نے دنیا کی دولت قربان کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان کی دولت عطا فرمادی۔ اس نے سرانور کا ادب کیا تھا اور ادب کرنے والے بدنصیب و بے ایمان نہیں رہ سکتے۔ اللہ نے اس کو بانصیب و باایمان بنادیا۔ اس نے رسول زادیوں کی دعائیں حاصل کی تھیں وہ دعائیں رنگ لائیں اور اس کی تقدیر بدل گئی چنانچہ اس نے دیر کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھوڑ دیا اور سچے دل سے اہل بیت اطہار کا مطیع و خادم بن گیا۔

سر اقدس انہوں نے دیا اس کو رقم لے کر
دیا راہب نے پہلے غسل پھر خوشبو ملی اس پر
ادب کے ساتھ بیٹھا اس کو اپنے سامنے رکھا
گزاری رات بھر اس طرح جب وہ دیکھتا روتا
جو نازل ہوتے تھے انوارِ رحمت آپ کے سر پر
نظر آتا رہا راہب کو ان انوار کا منظر
اسی باعث سے وہ مذہب سے اپنے ہوگیا تائب
بہ اخلاص و عقیدت اب مسلماں ہوگیا راہب

یہاں ایک اور سخت عبرت خیز واقعہ ہوا وہ یہ کہ اس گروہ اشقیا نے لشکر امام عالی مقام اور ان کے خیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور دیکھ بھال کے محفوظ کر لیے تھے اور جو راہب سے لیے تھے ان کو تقسیم کرنے کیلئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور اُن کے ایک طرف یہ آیت **وَ لا تحسبنَ اللّٰہ غافلاً عمّا یعملُ الظّالمون** کہ اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کردار سے غافل مت سمجھو اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب تھی **وَ سیعلمُ الّذین ظلموا ایَّ منقلبٍ یّنقلبون** اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر بیٹھتے ہیں۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۹۷۔ سعادت الکونین، ص ۱۲۴)

پھر اعدا نے درہم بانٹنے کو تھیلیاں کھولیں | تو دیکھا سارے درہم تھیلیوں کے ٹھیکریاں ہو لیں
ہر اک ٹھیکری پہ ایک جانب لکھا تھا لوگو | عمل سے ظالموں کے حق کو تم غافل نہیں جانو
یہ آیت دوسری جانب لکھی جب غور کرتے ہیں | کہ اب ظالم سمجھ لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں

یہ قدرت کی طرف سے ایک سبق ایک تنبیہ تھی کہ بدبختو! تم نے اس فانی دنیا کیلئے دین چھوڑا اور آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کیا۔ یاد رکھو! دین تو تم نے چھوڑ ہی دیا اور جس فانی و بے وفا دُنیا کیلئے چھوڑا وہ بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی اور تم **خَسِر الدّنیا وَ الأخرۃ** کا مصداق بنو گے ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم | نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
دنیا پرستو دین سے منہ موڑ کے تمہیں | دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے جب کبھی بھی دین کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی اور دین چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا پھر دنیا بھی ان کے پاس نہ رہی اور وہ دارین میں خسران کے سزاوار ہوئے اور جنہوں نے فانی دنیا کو لات ماری اور دین و ایمان کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے کردار و عمل سے یہ ثابت کر دیا ۔

سر کٹے، کنبہ مرے، سب کچھ لٹے | دامنِ احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

تو دنیا ان کے پیچھے پیچھے ہوگئی اور وہ دارین میں سرخرو ہوئے۔ انہی لوگوں کو نوید ایزدی سناتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں | یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دربار یزید

جب شہداء کے سر اور اسیرانِ کربلا دمشق پہنچے تو یزید نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا
اس سلسلے میں مختلف روایتیں ہیں ہم ان روایتوں کو نقل کرنے کے بعد نتیجہ پیش کریں گے۔

پہلی روایت

زحر بن قیس یزید کے پاس حاضر ہوا تو یزید نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ زحر نے کہا امیر المؤمنین آپ کو مبارک ہو کہ اللہ نے آپ کو فتح ونصرت دی۔ حسین بن علی ہمارے مقابلہ میں اپنے اہل بیت کے اٹھارہ افراد اور اپنے گروہ کے ساٹھ آدمیوں کو لائے تھے۔ ہم اُن کے پاس گئے اور ان سے کہا یا تو اِطاعت اختیار کریں یا جنگ کیلئے تیار ہو جائیں؟ انہوں نے اطاعت سے اِنکار کر دیا تو ہم نے صبح ہوتے ہی ان کو ہر طرف سے گھیر کر ان پر حملہ کر دیا۔ جب ہماری تلواریں ان کے سروں تک پہنچ گئیں تو وہ بھاگنے لگے اور ان کیلئے کہیں جائے پناہ نہیں تھی تو وہ ہم سے اپنی جانیں بچانے کیلئے اس طرح چھپتے پھرتے تھے جیسے کبوتر شاہین سے چھپتے ہیں۔ امیر المومنین! واللہ بس جتنی دیر ایک اونٹ کے ذبح کرنے میں لگتی ہے اتنی دیر میں ہم نے اُن کے سب آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اب ان کی لاشیں برہنہ، ان کے پیراہن اور ان کے رخسار خاک وخون میں آلودہ پڑے ہیں۔ آفتاب کی تپش ان کو پگھلا رہی ہے، ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے۔ ایک سنسان بیابان میں عقاب اور گِدھیں ان پر اتر رہی ہیں کہ یہ سن کر یزید آب دیدہ ہو گیا اور کہا کہ تمہاری اطاعت سے اس وقت خوش ہوتا جب کہ تم حسین کو قتل نہ کیا ہوتا خدا ابن سمیّہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے واللہ اگر میں ہوتا تو میں حسین کو معاف کر دیتا۔ خدا حسین پر رحم کرے اور زحر کو کوئی انعام نہ دیا۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۴۔

طبری، ج ۶، ص ۲۶۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۹۱)

دوسری روایت

شمر ذی الجوشن اور محفر بن ثعلبہ دونوں حضرت امام کا سرِ انور لے کر جب یزید کے پاس پہنچے تو محفر بن ثعلبہ نے دروازے میں کھڑے ہوکر باآواز بلند کہا کہ ہم امیر المومنین کی خدمت میں سب سے زیادہ بے وقت اور بدترین شخص کا سر لے کر آئے ہیں (معاذ اللہ) یزید یہ سن کر کہ محفر کی ماں نے اس سے زیادہ بے وقوف اور بدترین بیٹا نہیں جنا لیکن وہ قاطع اور ظالم ہے پھر وہ اندر داخل ہوئے اور سرِ انور کو یزید کے آگے رکھ کر سارا واقعہ کربلا بیان کیا۔ یہ سارا واقعہ یزید کی بیوی ہند بنت عبداللہ بن عامر نے بھی سنا، وہ چادر اوڑھ کر باہر آئی اور کہا امیر المومنین کیا یہ حسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر ہے؟ یزید نے کہا ہاں! اب تم اس پر روؤ، اور اس ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خالص النسب قریشی پر سوگ کرو جسے ابن زیاد نے جلد بازی میں قتل کر دیا ہے خدا اسے قتل کرے۔ پھر یزید نے دربار لگایا اور عوام و خواص کو اندر آنے کی اجازت دی۔ لوگ اندر داخل ہوئے۔ سرِ انور یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو وہ آپ کے لب و دندان مبارک پر مارتا تھا اور کہتا تھا کہ اب تو ان کی اور ہماری مثال ایسی ہے جیسا کہ حصین ابن الحمام نے کہا ہے ؎

ابی قومنا ان ینصفونا فانصفت قواضب فی ایماننا تقطر الدما

یفلقن هاما من رجال اعزۃ علینا و هم کانوا اعق و اظلما

یعنی ہماری قوم نے تو انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پس ان تلواروں نے انصاف کر دیا جو ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھیں جن سے خون ٹپکتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے یزید تو اپنی چھڑی حضرت حسین کے دانتوں پر اس جگہ مار رہا ہے جس جگہ کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوسا کرتے تھے۔ بے شک اے یزید کل قیامت کے دن جب تو آئے تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ حسین آئیں گے تو اُن کے شفیع حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں گے یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے۔ یزید نے امام کے سرِ انور سے مخاطب ہوکر کہا اے حسین، خدا کی قسم! اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تمہیں قتل نہ کرتا۔ پھر یزید نے حاضرین سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ ان کا یہ انجام کیوں ہوا؟ اس لئے کہ یہ کہتے تھے کہ ان کے باپ علی میرے باپ معاویہ سے اور ان کی ماں فاطمہ میری ماں سے اور انکے جد امجد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے جد سے بہتر تھے۔ لہٰذا یہ خلافت کے مجھ سے زیادہ مستحق تھے۔ ان کے اس قول کا جواب کہ ان کے باپ سے بہتر تھے یہ ہے کہ ان کے باپ اور میرے باپ نے خدا سے محاکمہ چاہا اور لوگ جانتے ہیں کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں تو مجھے میری ماں کی قسم بلاشبہ وہ میری ماں سے بہتر تھیں اور ان کا یہ قول کہ اُن کے جد امجد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے دادا سے بہتر تھے تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی مسلمان جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہم میں سے کسی کو بھی رسول اللہ کے برابر اور ہمسر نہیں ٹھہرائے گا لیکن ان پر جو یہ مصیبت آئی وہ ان کے نہ سمجھنے کی وجہ سے آئی۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی:۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مالکَ الملکِ توتِی الملکَ من تشآءُ وَ تنزِعُ الملکَ ممَّنْ تشاءُ ۔ الأیۃ

اس کے بعد اسیران اہل بیت بھرے دربار میں اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ حضرت امام کا سرِ انور اس کے سامنے ہی رکھا ہوا تھا جب حضرت امام کی بیٹیوں حضرت فاطمہ اور حضرت سکینہ نے سرِ انور کو دیکھا تو بے ساختہ انکی چیخیں نکل گئیں۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۵)

تیسری روایت

جب سرانور یزید کے پاس لاکر اس کے آگے رکھا گیا، تو وہ خوش ہوا اس نے اہل شام کو جمع کیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے سرانور کو اُلٹ پلٹ کرتا تھا اور ابن الزبعری کے یہ اشعار پڑھتا تھا ۔

لیت اشیاخی ببدر شهدوا جزع الخزرج فی وقع الاسل
قد قتلنا الضعف من اشرافهم و عدلنا میل بدر فاعتدل

یعنی اے کاش! آج میرے بزرگ جو غزوۂ بدر میں مارے گئے تھے زندہ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ بے شک میں ان سے دوگنے ان کے اشراف کو قتل کر کے بدلہ لیا اور معاملہ برابر کر دیا۔ (صواعق محرقہ، ص ۲۱۸۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۹۲۔ ابن عساکر)

علامہ امام ابن حجر مکی شافعی اور شعبی نے فرمایا: **و زاد فیها بیتین مشتملین علیٰ صریح الکفر** یزید نے دو شعر اس میں اور بڑھائے جو یزید کے صریح کفر پر مشتمل ہیں اور وہ یہ ہیں ۔

لعبت هاشم بالملك فلا خبر جائه' ولا وحی نزل
لست من عتبة ان لم انتقم من نبی احمد ما كان فعل

بنی ہاشم ملک سے کھیلتے رہے تو نہ کوئی خبر اُن کے پاس آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی
میں عتبہ کی اولاد سے نہ ہوتا اگر میں اولادِ احمد سے بدلہ نہ لیتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

(صواعق محرقہ، ص ۲۱۸)

انہیں پھر لے کے وہ فوج مخالف شام میں پہنچی یہ سر دربار میں رکھے گئے حاضر وہ سب قیدی
یزید اور اس کے ساتھی خوش ہوئے اس کامیابی پر نہ غم تھا ان کو اجمل آلِ اطہر کی تباہی پر

چوتھی روایت

جب یزید کے سامنے حضرت امام اوران کے اہل بیت و انصار کے سر رکھے گئے تو اس نے حصین ابن الحمام کے وہ شعر پڑھے جو دوسری روایت میں اوپر لکھے جا چکے ہیں تو اس وقت مروان کا بھائی یحییٰ بن حکم یزید کے پاس موجود تھا اس نے یہ دو شعر کہے۔

لهام بجنب الطف ادنیٰ قرابة — من ابن زیاد العبد ذی الحسب الوغل

سمیه امسی نسلها عدد الحصی — ولیس لاٰل المصطفیٰ الیوم مزنسل

وہ لشکر جوزمین طف کے پہلو میں (قتل کیا گیا) ہے وہ زیادہ قرابت دار ہیں ابن زیاد جیسے کمینہ غلام اور کھوٹے نسب والے سے۔ سمیہ کی نسل تو سنگ ریزوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوگئی۔ لیکن آل مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں سے آج کوئی باقی نہیں رہا۔

یزید نے یہ سن کر یحییٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۶۵۔ البدایہ، ج ۸، ص ۱۹۴۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۷)

﴿ اب سمیہ کی نسل کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے اور آلِ مصطفیٰ دنیا بھر میں موجود ہے۔ المؤلف ﴾

پھر یزید کے سامنے امام زین العابدین، خواتین واطفال اہل بیت کو بہ حالت اسیری وشکستہ حالی پیش کیا گیا۔ حضرت فاطمہ بنت حسین نے جو حضرت سکینہ سے بڑی تھیں کہا، ابنات رسول سبایا یایزید اے یزید کیا رسول اللہ کی بیٹیاں قیدی ہیں؟ امام زین العابدین نے فرمایا دور آنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مغلولین لفک عنا قال صدقت و امر بفک غله عنه اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھتے تو ضرور ہماری ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کو کھول دیتے۔ یزید نے کہا تم سچ کہتے ہو اور حکم دیا کہ ان کی زنجیریں کھولدو۔ پھر یزید نے حضرت زین العابدین کو مخاطب کر کے کہا تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا۔ میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت میں مجھ سے جھگڑا کیا۔ پھر اللہ نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا وہ تم نے دیکھ لیا ہے۔

حضرت زین العابدین اس کے جواب میں آیت پڑھی۔ مَا اَصاب من مّصیبةٍ فِی الارضِ وَ لا فِی انفسکم اِلاّ فی کتاب مّن قبلِ اَن نبرأها جو کوئی بھی مصیبت روئے زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی ہے اور اس نوشتہ میں لکھی ہوئی ہے جو پیدائش عالم سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا اس کا جواب دو، لیکن اس کی سمجھ میں جواب نہ آیا، تو یزید نے خود بتایا تم کہو مَا اَصابکم من مصیبةٍ فیما کَسبت اَیدکم وَ یعفوا عَن کثیرٍ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی خطائیں اللہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۵۔ طبری، ص ۶، ص ۲۶۵)

اسی اثنا میں ایک ظالم شامی نے حضرت فاطمہ بنت حسین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دو۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ ڈر گئیں اور حضرت زینب کا کپڑا پکڑ لیا۔ حضرت زینب نے اس شامی کو ڈانٹا کہ تو جھوٹ بکتا ہے اور بد بخت یہ لڑکی (شرعاً) نہ تجھ کو مل سکتی ہے اور نہ یزید کو۔ چونکہ حضرت سیّدہ نے یزید کے متعلق بھی کہہ دیا تھا۔ اس لئے یزید نے غضب ناک ہو کر کہا تم جھوٹ کہتی ہو۔ خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو اس لڑکی کو لے سکتا ہوں۔ حضرت زینب نے کہا خدا کی قسم تو نہیں لے سکتا۔ اللہ نے تجھے یہ حق نہیں دیا ہاں اگر تم ہماری ملّت سے خارج ہو جاؤ اور ہمارے دین اسلام سے خارج ہو جاؤ اور ہمارے دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لو۔ تو پھر تم لے سکتے ہو (یعنی جب تک مسلمان کہلاتے ہو مسلمان عورت کو مال غنیمت کے طور پر نہیں لے سکتے ہو) اس پر یزید سخت برہم ہو کر کہنے لگا تم مجھ سے اس طرح سے کہتی ہو، دین سے تو تمہارا باپ اور تمہارا بھائی خارج ہوئے تھے۔ حضرت زینب نے فرمایا، اللہ کے اور میرے جدّ امجد اور میرے باپ اور میرے بھائی کے دین ہی سے تو تُو نے اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید نے کہا، او خدا کی دشمن تو جھوٹ بکتی ہے۔ سیّدہ نے فرمایا ہے تو امیر ہے اور اپنی بادشاہی کی وجہ سے ناحق سختی اور بدزبانی کرتا ہے یزید اس پر شرما کر خاموش ہو گیا۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۵۔

طبری، ص ۶، ص ۲۶۵۔ البدایہ، ج ۸، ص ۱۹۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۳)

پانچویں روایت

جب حضرت امام کا سرِ انور یزید کے پاس پہنچا تو وہ خوش ہوا، اور اس کے نزدیک ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اس لئے اس کو انعام و اکرام سے نوازا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ نادم ہوا کیونکہ اس کو معلوم ہو گیا کہ لوگوں کے دِلوں میں میرا بغض اور عداوت پیدا ہو گئی ہے اور لوگ مجھے لعن و طعن اور سبّ و شتم کرنے لگے ہیں۔ پھر وہ ابن زیاد کو گالیاں دینے لگا کہ خدا کی مار ہو ابن مرجانہ پر اس نے حسین کو قتل کر کے مسلمانوں کے دلوں میں میرے بغض و عداوت کا بیج بو دیا اور ہر نیک و بد آدمی قتل حسین کی وجہ سے میرا دشمن بن گیا۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اور اس پر اپنا غضب نازل کرے۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۲۶)

لمّا قتل ابن زیاد الحسین و من معہ بعث بروسھم الیٰ یزید فسر بقتلہٖ اوّلاً و حسنت بذالک منزلۃ ابن زیاد عندہ ثم لم یلبث الاقلیلا حتّٰی ندم (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۲)

جب ابن زیاد نے حضرت حسین کو مع ان کے رفقاء کے قتل کر دیا تھا اور اُن کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اوّلاً تو خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کی قدر و منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہو گئی مگر وہ اس خوشی پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا حتیٰ کہ پھر نادم ہوا۔

وقد لعن ابن زیاد علیٰ فعلہ ذالک و شتّمہ فیما یظھر و یبدو و لکن لم یعزلہ علیٰ ذالک ولا عاقبہ و الا ارسل یعیب علیہ ذالک (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۳)

بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا بھی کہا اس وجہ سے کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہو گی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہو گا لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ کسی کو بھیج کر اس کا یہ شرمناک عیب اس کو جتایا یعنی کوئی ملامت نہیں کی۔

نتیجہ

ان روایات میں ادنیٰ سا غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ یزید نے ابن زیاد پر لعنت اور سب وشتم وغیرہ کیا اور قتلِ امام پر اظہارِ افسوس بھی کیا۔ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس کے نزدیک قتل امام ناجائز اور بہت بڑا ظلم تھا، ورنہ اس پر لازم تھا کہ وہ ابن زیاد اور قاتلان حسین سے مواخذہ کرتا اور ان کو اس ظلم کی سزا دیتا۔ جب کہ اُس نے ابن زیاد کو اکرام وانعام سے نوازا۔ اس کے اظہارِ افسوس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ امام اور اہل بیت نبوت کے دیگر افراد کے ناحق قتل اور ان پر ظلم وستم کا بدترین سیاہ داغ جو میری پیشانی پر لگ چکا ہے وہ کبھی زائل نہیں ہوگا اور دنیائے اسلام قیامت تک مجھے ملامت کرتی رہے گی۔

چنانچہ اُس نے اپنی رسوائی کے خطرات کے پیش نظر صرف زبانی لعنت وغیرہ بھیجی اور ندامت وافسوس کا اظہار بھی کردیا جس کو رسمی یا سیاسی لعنت وندامت کہنا چاہئے۔ گزشتہ صفحات میں اس پر کافی بحث گزر چکی ہے۔ نیز پچھلے صفحات پر خود ابن زیاد کا بیان ملاحظہ فرمایئے جس میں اس نے اقرار کیا ہے کہ مجھے یزید نے قتل حسین کا حکم دیا تھا اور ان مذکورہ روایات میں حضرت زین العابدین اور سیّدہ زینب کے ساتھ اس کی گفتگو، سختی، بدزبانی اور دوسری تیسری روایت میں اس کے اشعار اس کی قلبی عداوت و کیفیت اور بغض وعناد پر گواہ ہیں۔ بہرحال حقیقت یہی ہے اور روایات معتبرہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یزید پلید کا دامن کسی طرح بھی اس ظلم عظیم سے بری نہیں ہے۔ اس واقعۂ ہائلہ کا وہ محرک اور اس میں برابر کا شریک اور پورا ذمہ دار ہے۔ نیز شہادت کے بعد واقعہ حرہ کی لرزہ خیز داستان نے اس بدبخت کی بدنصیبی اور سیاہ بختی کا پردہ مزید چاک کرکے اس کی خباثت کو بے نقاب کردیا۔

اعتراض

بعض لوگوں نے ابن تیمیہ کے حوالہ سے یزید کا چھڑی سے امام پاک کے دندان مبارک کوٹھونکا دینا بالکل غلط اور جھوٹ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ ابن زیاد کا ہے غلط فہم راویوں نے اس کو یزید کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

جواب...... اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ علامہ ابن کثیر جو خود مخالفین کے نزدیک نہایت معتبر، ثقہ محدث، مفسر اور مورّخ ہیں اور ابن تیمیہ ہی کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں تین روایتیں نقل کی ہیں، ملاحظہ ہوں:۔

لما وضع راس الحسین بین یدی یزید بن معاویہ جعل ینکت بقضیب کان فی یدہ فی ثغرہ ثم قال ان ھذا و ایانا کما قال الحصین ابن الحمام المری ۔

یفلقن ھا ما من رجال علینا و ھم کانوا اعق و اظلما

فقال لہٗ ابو برزۃ الاسلمی اما واللّٰہ لقد اخذ قضیبک ھذا ماخذا لقد رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم برشفہ ثم قال الا ان ھذا سیجی یوم القیٰمۃ و شفیعہٖ محمّد ، و نجی و شفیعک ابن زیاد ثم قام فولی (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۹۲)

جب حضرت حسین کا سر یزید بن معاویہ کے آگے رکھا گیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے سامنے دانتوں میں ٹھونکا دیتا تھا پھر اس نے کہا بے شک اس کی اور ہماری مثال ایسی ہے جیسا کہ حصین ابن الحمام المری نے کہا کہ ہماری تلواریں ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔ حضرت ابو برزہ اسلمی (صحابی) نے فرمایا خدا کی قسم تو اپنی چھڑی ایسی جگہ مار رہا ہے جس جگہ کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چوستے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر فرمایا آگاہ ہو جا قیامت کے دن یہ حسین آئیں گے تو ان کے شفیع حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوں گے اور تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہو گا پھر وہ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔

(۲) اسی روایت کو انہوں نے دوسری سند سے حضرت جعفر سے روایت کیا ہے۔

(۳) اور اسی روایت کو انہوں نے تیسری سند سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے۔

یہی روایت تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۶۷ اور ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۵ اور صواعق محرقہ، ص ۹۷ میں بھی ہے۔

ف! یاد رہے کہ ابن زیاد نے جب لکڑی دندان مبارک پر ماری تھی اس وقت وہاں حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے ابن زیاد کو اس فعل شنیع سے منع فرمایا لیکن یزید نے جب یہ ناپاک حرکت کی تو اس کو خطاب کرنے والے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

علامہ امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں:

و لمّا فعل یزید برأس الحسین ما مر کان عنده' رسول قیصر فقال متعجبا ان عندنا فی بعض الجزائر فی دیر حافر حمار عیسیٰ فنحن نحج الیه کل عام من الاقطار و ننذر النذور و نعظمه کما تعظمون کعبتکم فاشهدانکم باطل و قال ذمی آخر بینی داؤد سبعون ابا و ان الیهود تعظمنی و تحترمنی و انتم قتلتم ابن نبیکم (صواعق محرقہ، ص ۱۹۷۔ سعادت الکونین، ص ۱۲۷)

اور جب یزید نے حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کی جیسا کہ گزرا تو اس وقت یزید کے پاس قیصر روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ اس نے بہت متعجب ہو کر کہا کہ ہمارے ہاں ایک جزیرہ کے دیر (گرجا) میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے گدھے کے کھر کا نشان ابھی تک محفوظ ہے سو ہم ہر سال ہدیے نذرانے اور تحفے لے کر اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم لوگ اپنے کعبہ کی کرتے ہو۔ بلاشبہ تم لوگ جھوٹے اور بے ہودہ ہو اسی طرح اس وقت وہاں ایک ذمی (یہودی) بھی موجود تھا اس نے کہا میرے اور (پیغمبر) داؤد (علیہ السلام) کے درمیان ستر پشتیں گزر چکی ہیں (یعنی میں ان کی اولاد میں سے ہوں) لیکن اب یہودی میری تعظیم اور میرا احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی کے فرزند کو اس طرح بے دریغ قتل کر دیا۔

اسکے بعد یزید پلید نے حکم دیا کہ سروں کو تین روز تک دمشق میں پھراؤ اور شہر کے دروازوں پر لٹکاؤ چنانچہ منہال بن عمرو فرماتے ہیں:

واللّٰه رایت راس الحسین حین حمل و انا بدمشق و بین یدی الرأس رجل یقرأ سورة الکهف حتیٰ بلغ قوله تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکهف و الرقیم کا نوامن ایٰتنا عجبا فانطق اللّٰه الراس بلسان ذرب فقال اعجب من اصحٰب الکهف قتلی وحملی ۔

خدا کی قسم! جب حضرت حسین کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے گلیوں بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا میں نے بچشم دیکھا خود کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا اَم حسبتَ انّ اصحٰب الکهف کیا تو نے جانا کہ بے شک اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی اس نے بہ زبان فصیح کہا اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا عجیب تر ہے۔ (شرح الصدور، ص ۸۸۔ سر الشہادتین، ص ۳۵۔ نور الابصار، ص ۱۳۹)

بلاشبہ عجیب تر ہے اس لئے کہ اصحاب کہف جن کے خوف سے گھر بار ساز وسامان وغیرہ چھوڑ کر نکلے اور غار میں چھپے تھے وہ لوگ کافر تھے۔ لیکن حضرت امام اور آپ کے اہل بیت اور انصار کے ساتھ ظلم وستم اور انتہائی بے حرمتی کرنے والے ایمان واسلام کے دعوے دار تھے۔ اصحاب کہف ولی اللہ تھے اور یہ سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اصحاب کہف کے ساتھ ایسا نہیں ہوا جیسا کہ اُن کے ساتھ ہوا۔ اصحاب کہف سال ہا سال کی طویل نیند کے بعد اٹھے اور بولے تو آخر وہ زندہ تھے لیکن حضرت امام کے سر انور کا جسم سے جدا ہونے کے کئی روز بعد نیزے کی نوک پر بولنا یقیناً اس واقعہ سے عجیب تر ہے۔

فَاعتبِروا یا اُولی الابصارِ ان ھذا لشیٔ عُجاب

لیے جاتے تھے ظالم سر اقدس کو نیزہ پر
پڑھی قاری نے سورۂ کہف کی یہ آیت اطہر

ہماری آیتوں میں سے عجب یہ کہف والے تھے
سر اقدس نے فرمایا یہ سن کر حق کی قدرت سے

وَاعجب منہ قتلی ثم حملی پر نظر کرنا
کہ اس سے ہے عجیب تر میرا قتل اور سر لیے پھرنا

کیے جور و جفا کفار نے ان کہف والوں پر
ادھر شہ پر مظالم ڈھائے خود اُمّت نے بلوا کر

رفیق احباب بیٹے جو تھے سب کو قتل کر ڈالا
شہید آخر میں شہ کو کرکے اپنا منہ کیا کالا

رہے بیوہ یتیم ان کے بنایا ان کو بھی قیدی
پھرائے اُن کے سر نیزوں پہ یہ کی سخت بے دردی

عجب ہے بولنا بعد فنا جب کہف والوں کا
عجیب اس سے زیادہ کیوں نہ ہو اس سر کا فرمانا

علامہ حافظ امام ابی الخطاب ابن وجیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ جب یزید پلید نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر انور دمشق میں لٹکوایا تو حضرت خالد بن غفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ افاضل تابعین سے تھے انہوں نے اپنے آپ کو چھپالیا اور ایک ماہ تک باہر نہ نکلے ایک ماہ کے بعد جب باہر نکلے تو لوگوں نے اُن سے اس عزلت کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا دیکھتے نہیں ہو یہ کیسا دور ابتلا ہے؟ پھر یہ اشعار پڑھے ۔

جاؤا براسك یا ابن بنت محمد　　　متزملا بدمائه تزمیلا

اے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پاک بیٹی کے پاک فرزند (آہ) یہ لوگ تمہارے سر انور کو خون آلودہ لائے۔

و كانما بك یا ابن بنت محمد　　　قتلوا جهارا عامدین رسولا

اے نواسۂ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انہوں نے آپ کو قتل کرکے گویا علانیہ طور پر رسول اللہ کو قتل کیا۔

قتلوك عطشانا و لم یتدبروا　　　فی قتلك القرآن و التنزیلا

ان ظالموں نے آپکو سخت پیاس کی حالت میں قتل کیا اور یہ تدبّر نہیں کیا کہ آپکے قتل سے قرآن اور اسکے علوم جاتے رہیں گے۔

و یکبرون بان قتلت و انما　　　قتلوا بك التكبیر والتهلیلا

یہ بدبخت آپ کو قتل کرکے فخر و غرور میں مبتلا ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کے ساتھ
تکبیر و تہلیل کا خاتمہ کردیا یعنی سرمایۂ اسلام ختم ہوگیا۔

(مرج البحرین فی فوائد المشرقین والمغربین)　(والبدایہ والنہایہ، ج۸، ص ۱۹۸، مختصراً)

یزید کے گھر ماتم

اس کے بعد یزید کے حکم سے پہلے تو ان ستم رسیدہ افراد کو ایک الگ مکان میں رکھا گیا بعد میں یزید نے اہل بیت کی عورتوں کو خاص اپنے گھر میں بلالیا اور اپنے گھر کی عورتوں سے کہا کہ ان سے افسوس اور اظہار ہمدردی کرو۔ چنانچہ جب اہل بیت کی بیبیاں نہایت ابتر حالت میں یزید کے گھر آئیں تو یزید کے گھرانے کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان سے ملنے نہ آئی ہو اور اس نے ان کی حالتِ زار پر ماتم نہ کیا ہو۔ چنانچہ تین دِن تک یزید کے گھر میں نوحہ اور ماتم برپا رہا۔

یزید کا سلوک

کوفی وشامی وحشیوں نے اہل بیت اطہار کا سب ساز وسامان لوٹ لیا تھا۔ اوڑھنے کی چادریں تک اُتار لی تھیں اور ابن سعد کے حکم کے باوجود کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہ کی تھی۔ یزید نے اس کی پوری پوری تلافی کی اور تمام عورتوں کا جس قدر مال ومتاع لوٹ لیا گیا تھا اس سے دگنا ان کو بہ صد اصرار دیا۔ یزید کے اس سلوک پر حضرت سکینہ بنت حسین کہا کرتی تھیں۔

ما رایت رجلا کافرا باللہ خیرا من یزید   میں نے کسی کافر باللہ کو یزید سے بہتر نہیں دیکھا۔

یزید صبح وشام کھانے کے وقت حضرت زین العابدین کو بلالیا کرتا تھا۔ ایک دن اُنکے ساتھ عمرو بن حسین بھی تھے جو بہت کم سن تھے یزید نے ان سے کہا کیا تم اس جوان یعنی میرے بیٹے خالد سے لڑو گے؟ ابن حسین نے کہا یوں نہیں! ہاں ایک چھڑی مجھے دے دو اور ایک چھڑی اس کو دے دو پھر میں اس سے لڑوں گا۔ یزید نے اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹالیا اور کہا آخر طینت کیسے بدل سکتی ہے سانپ کا بچہ سنپولیے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۶۔ طبری، ج ۶، ص ۲۶۵)

اہل بیت کی مدینۂ منوّرہ واپسی

پھر یزید نے اہل بیت رسول کے بقیہ افراد کو مدینۂ منوّرہ بھجوانے سے پہلے حضرت زین العابدین کو بلایا اور کہا خدا ابن زیاد پر لعنت کرے واللہ اگر میں ہوتا تو حسین جو کچھ کہتے مان لیتا خواہ اس میں میرا نقصان ہی ہوتا لیکن خدا کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ بہر حال تمہیں کسی قسم کی ضرورت پیش آئے تو مجھے لکھ دینا۔ پھر یزید نے حضرت نعمان بن بشیر کو بلا کر کہا کہ اُن کو ضروری سامانِ سفر اور شریف قسم کے حفاظتی دستہ کے ساتھ بہ حفاظتِ تمام مدینہ پہنچادو۔ انہوں نے اس خدمت کو بہ طیب خاطر قبول کیا اور بڑے ادب واحترام اور انتہائی راحت وآرام کے ساتھ مدینہ پہنچایا۔

مخدرات اہل بیت کے پاکیزہ قلوب ان کے اس شریفانہ سلوک اور حسنِ خدمت سے بہت متاثر ہوئے اور چاہا کہ حسن سلوک کا ان کو کچھ صلہ دیا جائے۔ چنانچہ حضرت زینب اور حضرت فاطمہ نے سونے کے وہ زیورات جوان کو یزید نے ان کے زیورات کے بدلے میں دیے تھے ان کے پاس بھیجے اور زبانی کہلا بھیجا کہ اس وقت ہم معذور ہیں ہمارے پاس ان کے سوا اور کچھ نہیں یہ تمہارے حسنِ سلوک کا شکرانہ اور صلہ ہے اس کو قبول کرلو۔ حضرت نعمان بن بشیر نے زیورات ان کو واپس کردیے اور کہا خدا کی قسم! ہم نے دنیاوی منفعت کیلئے یہ خدمت نہیں کی بلکہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے کی ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۶۶۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۶)

کربلا سے گزر

علامہ ابو اسحاق اسفرائینی اپنی کتاب نور العین فی مشہد الحسین میں نقل فرماتے ہیں کہ جب قافلہ دمشق سے مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوا تو راستہ میں اہل بیت رسول نے حضرت نعمان سے کہا کہ ہماری یہ آرزو ہے کہ ہمیں براستہ کربلا لے چلیں تاکہ ہم دیکھیں کہ ہمارے عزیزوں کی لاشیں اسی طرح بے گوروکفن پڑی ہیں یا کسی نے دفن کردیں۔ انہوں نے یہ بات مان لی۔ چنانچہ یہ قافلہ ماہ صفر کی بیس تاریخ کو کربلا پہنچا، اسی دن حضرت امام کی شہادت کو چالیس روز گزر چکے تھے۔ جب ان بی بیوں نے پھر اسی مقام کو دیکھا جہاں ان کو پانی کی ایک ایک بوند کیلئے ترسایا گیا تھا، جہاں چمنِ زہرا کو اُجاڑا گیا تھا، جہاں گلشن رسالت کے لہلہاتے ہوئے پھولوں کو تیروں سے چھلنی کیا گیا تھا، جہاں راکبِ دوشِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زخموں سے چور چور کرکے گھوڑے سے گرا کر خاک وخون میں تڑپایا گیا تھا۔ فرزندِ رسول کو برہنہ کرکے ان کے مقدس جسم کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا تھا اہل بیت رسول کے خیمے جلائے گئے تھے ان پاک بی بیوں کا سازوسامان لوٹا گیا تھا انہیں قیدی بنایا گیا تھا، ایک ایک کرکے وہ جاں گسل اور روح فرسا مناظر آنکھوں کے سامنے آگئے اور بے اختیار سب کی ہچکیاں بندھ گئیں، سیّدہ زینب فرما رہی تھیں: یہاں ہمارے خیمے تھے، یہاں ہمارے جانور باندھے گئے تھے، یہاں ہمارے جانوروں کے کجاوے رکھے گئے تھے، پھر بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: یہاں بھائی عباس کٹے پھٹے لیٹے تھے۔ یہاں میرا علی اکبر خاک وخون میں آلودہ سوگیا تھا۔ یہاں میرا معصوم اصغر میرا جوان قاسم میرے عون ومحمد کے بے سر جسم پڑے تھے اور پھر اپنے پیارے بھائی سیّدنا امام حسین کا نام لیتے ہی ان کی چیخیں نکل گئیں امام کی قبرانور پر اپنا منہ رکھ کر سیّدہ نے سلام کہا اور اس دَرد سے روئیں کہ روتے روتے بے حال ہوگئیں۔ سب قافلے والوں کے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ایک قیامت قائم ہوگئی تھی۔ بی بیوں نے اپنے عزیزوں اور سیّدالشہداء کی قبروں پر جن الفاظ میں اپنے قلبی جذبات کا اِظہار کیا ہوگا وہ کون بیان کرسکتا ہے۔ ایک رات ان سب نے وہاں فاتحہ خوانی اور ذکر وتلاوت میں گزاری۔

بوقتِ رُخصت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کو ایک بار پھر الوداع کہنے ان کی قبر پر آئیں روتے ہوئے جو کچھ فرمایا، شاعر نے ترجمانی کی ؎

بولیں زینب یہ تربت پہ آکر　　کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
ہجر میں تیرے سخت مضطر　　کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
خون آلودہ تیرا بدن تھا　　اور میسر نہ گور و کفن تھا
ہائے کیسا یہ رنج و محن تھا　　کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
کوئی سر پر ہمارے نہیں ہے　　ہے جو عابد وہ زار و حزیں ہے
سخت کلثوم اندوہ گیں ہے　　کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
ہائے کس کس کو تسکین دوں گی　　جا کے صغرا سے میں کیا کہوں گی
ہجر میں کیسے زندہ رہوں گی　　کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی

جب یہ ستم رسیدہ قافلہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا اور حضرت ام کلثوم نے جوں ہی مدینے کے در و دیوار دیکھے تو روتے ہوئے یہ اشعار کہے ؎

مدینة جدّنا لا تقبلینا　　فبا لحسرات و الکسرات جینا
خرجنا منک با لاهل جمیعا　　رجعنا لا رجال و لا بنینا
و کنا فی الخروج علی المطایا　　رجعنا خائبینا آنسینا
و کنا فی امان اللّٰه جهرا　　رجعنا بالقطیفة خائبینا
و مولانا الحسین لنا انیسا　　رجعنا لا حسین و لا معینا
فلا عیش یدوم لنا دواما　　و زین الخلق مدفون حزینا
و نحن الباکیات علی حسین　　و نحن النادیات الساکتینا
و نحن السارون علی المطایا　　لساقا علی الجبال المغضبینا
و نحن بنات یٰسٓ و طٰهٰ　　و نحن الباکیات علیٰ ابینا
و نحن الصارون علی البلایا　　و نهن الباکیتا القاعدینا
الایا جدّنا قتلو احسینا　　و لم یرعوا جنابک یا ابینا
و قد هتکو القوم و حمّلونا　　علی الاقتاب جهرا جمعینا
و زینب اخرجوها من خباها　　و فاطمة ما لها احد معینا
سکینة تشکی من حرناد　　تنادی یا اخی جاروا علینا
و زین العابدین قیدوه　　ورامو قتله اضحٰی حزینا
و قد طافوا البلادبنا جمیعا　　و بین الخلق جمعا قد خزینا

آہ اے مدینہ خلد فضا وا مصیبتاہ — اب سامنے ہمارے نہ آ وا مصیبتاہ
آتے ہیں مبتلائے بلا وا مصیبتا — کیا کیا اٹھائے جور و جفا وا مصیبتا
نکلے تھے جب تو ساتھ تھے سب لوگ ہائے اب — کوئی نہ ساتھ باقی رہا وا مصیبتاہ
نکلے تھے جب سوار تھے باشوکت و حشم — اب دل ہے شق جگر ہے پھٹا وا مصیبتاہ
نکلے تھے جب ہراس نہ قلب حزیں کو تھا — ہر دم تھا حافظ اپنا خدا وا مصیبتاہ
لوٹے ہیں اس طرح کہ چادر ہے ایک پاس — محروم ہیں اور بے نوا وا مصیبتاہ
نکلے تھے جب تو ساتھ تھے غم خوار ما حسین — سر ان کا کربلا میں کٹا وا مصیبتاہ
ہے نیزہ کے اوپر سر بے تن حسین کا — ہے مثل بدر جلوہ نما وا مصیبتاہ
اب عمر بھر ہے عیش کہاں بے قرار دل — وہ زینتِ جہاں زمیں میں گیا وا مصیبتاہ
ہم ہیں تباہ حال نہیں کوئی اپنے ساتھ — چھائی ہے دل پہ غم کی گھٹا وا مصیبتاہ
روتا ہے دل ہمارا فراق حسین میں — ہے دل کے پار تیرِ جفا وا مصیبتاہ
بے پردہ سفر کیا ہے اونٹوں پہ بیٹھ کر — ہر ہر جگہ پہ دیکھا نیا وا مصیبتاہ
اے وائے ہم ہیں آل نبی فخر کائنات — ہوں اس طرح سے وقفِ بلا وا مصیبتاہ
جنت میں ہیں رسول، مصیبت زدہ ہیں ہم — ہو ان پہ اپنی جان فدا وا مصیبتاہ
صبر و شکیب کرتے ہیں کرب و بلا میں ہم — گھٹتی ہے روح غم ہے بڑا وا مصیبتاہ
افسوس کیسے کیسے حسین خاک میں ملے — کس کس کا ہائے خون بہا وا مصیبتاہ
ہیں خستہ و ستم زدہ باقی نہیں ہے اب — جز مرگ کوئی حرص و ہوا وا مصیبتاہ
نانا تمہارے بعد تمہارے حسین کو — اُمت نے ہائے قتل کیا وا مصیبتاہ
کی آپ کی ہتک نہ کیا آہ کچھ خیال — آفت یہ کیسی کی ہے بپا وا مصیبتاہ
بے پردہ ہم کو اونٹوں کے اوپر کیا سوار — کچھ بھی نہ آئی شرم و حیا وا مصیبتاہ
زینب کو بے حجاب نکالا ہے خیمے سے — اور فاطمہ کا کوئی نہ رہا وا مصیبتاہ
بھوکی پیاسی آہ سکینہ تڑپ تڑپ — چلاتی تھی کہ آہ اخا وا مصیبتاہ
عابد کو قید کرکے دیے لاکھ لاکھ دکھ — اس پہ بھی عزم قتل کیا وا مصیبتاہ
بے یار اور بے کس و بے برگ و بے نوا — شہروں میں اپنا گشت ہوا وا مصیبتاہ

مدینۂ منورہ میں واقعۂ ہائلۂ کربلا کی خبریں پہنچ چکیں تھیں اور جب یہ ستم رسیدہ قافلہ شہر میں داخل ہوا تو اس قافلہ کو دیکھنے کیلئے اہل تمام اہل مدینہ اورام المومنین حضرت ام سلمہ اور حضرت محمد بن حنفیہ اپنے گھروں سے نکل پڑے حضرت ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ روتی نکلیں اور کہتی تھیں ؎

ما ذا تقولون ان قال النبی لکم　　ما ذافعلتم و انتم اٰخر الامم

لوگو کیا جواب دوگے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے پوچھیں گے تم نے نبی آخرالزماں کی آخرت اُمّت ہوکر

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی　　منھم اساری و منھم خرجوا بدم

میری عترت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا ان میں سے کچھ قیدی بنائے اور کچھ خاک وخون میں تڑپائے۔

ما کان ھذا خبراتی اذ نصحت لکم　　ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم

کیا میرے وعظ ونصیحت کی یہ جزا تھی کہ میری قرابت کے ساتھ برائی کرو۔

(البدایہ، ج ۸، ص ۱۹۸۔ طبری، ج ۶، ص ۲۶۸۔ نورالابصار، ص ۲۰۲)

ام المومنین حضرت ام سلمہ نے فرمایا، جن لوگوں نے اولادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھردے۔ ام المومنین سیّدہ زینب اور دوسری عورتوں سے مل کر اس قدر روئیں کہ بیہوش ہوگئیں۔ سب نے گھروں میں جانے کو کہا، سیّدنا زین العابدین نے فرمایا، ابا جان کی وصیّت تھی کہ جب بھی مدینہ پہنچو سب سے پہلے نانا جان کے روضۂ اقدس پر جانا۔ چنانچہ یہ قافلہ سیدھا روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوا۔ حضرت زین العابدین جو ابھی تک صبر وضبط کا پیکر بنے ہوئے خاموش تھے۔ جوں ہی ان کی نظر قبر انور پر پڑی اور ابھی اتنا ہی کہا تھا نانا جان اپنے نواسے حسین کا سلام قبول کیجئے کہ ان کے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا اور وہ اس درد کے ساتھ روئے اور آنکھوں دیکھے

حالات بیان کرنے شروع کیے کہ کہرام برپا ہوگیا اور قیامت قائم ہوگئی۔ انہوں نے کہا نانا جان جسے کندھوں پر بٹھاتے تھے جسے پھولوں کی طرح سونگھتے تھے جسے چوما کرتے تھے ظالم یزیدیوں نے اسے تلواروں، نیزوں اور تیروں سے چھلنی کیا۔ اس کا سر جسم سے جدا کیا نانا! آپ کی اُمت نے آپ کی اولاد کو انتہائی بے کسی کی حالت میں بھوکا پیاسا شہید کیا۔ ہمارے خیموں کو جلایا۔ ہمارا مال و اسباب سب لوٹ لیا۔ آپ کی بیٹیوں کو بے پردہ کیا۔ ان کی چادریں تک اتارلیں اور پھر قیدی بنا کے اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا اور شہروں بازاروں میں در بدر پھرا کے انکی تذلیل وتوہین کی مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تاکہ آپ کی نسل منقطع ہوجائے۔ میرے ہاتھوں، پیروں اور گردن میں طوق ڈالے شہداء کے سروں کو نیزوں کے اوپر چڑھا کر گلی کوچوں میں پھرایا۔ ہمیں ابن مرجانہ اور یزید کے سامنے بھرے دربار میں کھڑا کیا۔ آپ کی آل و اولاد کی سخت ہتک اور تذلیل کی گئی۔ اب ہم بے یارومددگار شکستہ وغم زدہ حالت میں سب کچھ لٹا کے آئے ہیں ۔

نانا تمہارے پاس کریں کیا بیان ہم	اعدا کے ہاتھ سے ہوئے ہم پر ہیں کیا ستم
کیے ذلیل و خوار کیے آل مصطفےٰ	رسوا کیا جہاں میں ہمیں وا مصیبتا

وہاں سے یہ لوگ خاتون جنت دختر رسول مادر امام سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر اطہر پر بقیع شریف میں گئے اور وہاں بھی حال غم کہا۔

پھر یہ لوگ اپنے گھروں میں آئے تو زنان بنی ہاشم نے وہ گریہ ونوحہ کیا کہ عبدالملک بن ابی الحارث السلمی کہتا ہے:

فلم اسمع واللّٰہ واعیة قط مثل واعیة نساء بنی هاشم فی دور هن علی الحسین

خدا کی قسم! میں نے ہرگز ایسا رونا چلانا نہیں سنا جیسا اس دن بنی ہاشم کی عورتیں اپنے گھروں میں حسین پر روئیں۔

(طبری، ج ۶، ص ۲۶۸)

سیّدہ زینب کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر کو جب ان کے دونوں فرزندوں کی شہادت کی خبر ملی تو اُن کے بعض غلام اور احباب تعزیت کیلئے آئے ان کے ایک آزاد غلام ابوالسلاس نے کہا یہ مصیبت ہم پر حسین نے ڈالی۔ حضرت عبداللہ نے ایک جوتا کھینچ کر اس کو مارا اور کہا، اوبدذات کے بچے! تو حسین کی نسبت ایسا کلمہ کہتا ہے؟ خدا کی قسم! اگر میں بھی وہاں ہوتا تو میں بھی اپنی جان ان پر فدا کرتا۔ اپنے دونوں فرزندوں کی مصیبت کو میں مصیبت نہیں سمجھتا انہوں نے میرے بھائی میرے ابن عم کی رفاقت میں صبر ورضا کے ساتھ اپنی جانیں قربان کیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے شہادت حسین اور غم حسین میں ہمیں بھی شریک کیا اگر ان کی نصرت وحمایت میرے ہاتھ سے نہ ہوئی تو میرے بچوں سے تو ہوئی۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۶۸۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۷)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واقعہ کربلا کے بعد یہی کیفیت وحالت رہی کہ آپ دِن کو روزہ رکھتے اور ساری رات عبادت کرتے جب اِفطار کے وقت کھانا پانی سامنے آتا تو فرماتے کہ میرے باپ اور بھائی بھوکے پیاسے شہید ہوئے افسوس! یہ کھانا پانی ان کو نہ ملا اور رونے لگتے یہاں تک کہ بہ مشکل چند لقمے کھاتے اور چند گھونٹ پانی پیتے ان میں بھی آپ کے آنسو مل جاتے آنکھوں سے کربلا کا تصوّر اور دل سے بھائیوں کی یاد کبھی محو نہ ہوئی عمر بھر آنکھیں اشک بار رہیں اگر کوئی صبر کرنے کو کہتا تو فرماتے ؎

نہ تواں غم و طرب راز ہم امتیاز کردن　　شدہ ہم چو برباراں ہمہ گریہ خندہ من

حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کے فرزند نے حضرت امام حسین اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کا سا صدمہ نہیں اٹھایا ہوگا یہ انہیں کا صبر واستقلال تھا جو خاص عطائے الٰہی تھا، کس با ہمت کا ذِکر ہی کیا۔ اس واقعۂ جاں کاہ اور صدمۂ جاں فرسا کے پوری طرح بیان کی زبان وقلم میں بھی تاب نہیں ؎

آہ ایں چہ حالت ست کہ عالم خراب شد　　بجز لال آل محمد سراب شد

از یاد کربلا دل ما بے قرار گشت　　وز داغ ابتلا جگر ما کباب شد

روئے کہ بود بوسہ گہ حضرت رسول　　در خاک شد فتادہ زخونش خضاب شد

تعداد شہدائے اہل بیت اطہار اور اعوان و انصار

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعزا واقربا اور اعوان وانصار جو آپ کے ساتھ کربلا میں کشتۂ تیغ ظلم و جفا ہوئے۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض نے ستر، بہتر، اناسی اور بیاسی اور بعض نے اس سے بھی زیادہ بتلائے ہیں ان میں اہل بیت اطہار کی تعداد اور اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:۔

تاجدار کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوالفضل حضرت عباس علمدار، حضرت ابوبکر، ان کو عبداللہ بھی کہتے تھے، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت امام کے اخیافی بھائی، بعض نے حضرت محمد بن علی کا نام بھی لکھا ہے۔

حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حضرت امام کے بھتیجے اور بعض نے حضرت عثمان بن حسن کو بھی لکھا ہے۔

حضرت محمد۔ حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت امام کے بھانجے۔ حضرت عبداللہ۔ حضرت عبدالرحمٰن۔ حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور حضرت مسلم جو پہلے کوفہ میں اپنے دونوں فرزندوں محمد وابراہیم کیساتھ شہید ہوئے۔ حضرت امام کے چچازاد بھائی اور اُن کے فرزند۔ بعض نے حضرت مسلم اور عون کو بھی لکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ابن چچازاد)

حضرت علی اکبر، حضرت علی اصغر بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بیٹے)

سلام ہو کربلا کے ان عظیم شہیدوں پر جن کا مقدس خون شجر اسلام کی تازگی اور ملتِ اسلامیہ کی کتاب حیات کا عنوان بنا۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

تعداد اسیران کربلا

حضرت امام زین العابدین (۱) علی اوسط ۔ حضرت عمر (۲) بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت امام کے فرزند۔

بعض نے حضرت عمرو بن حسن لکھا ہے جو درست نہیں معلوم ہوتا ۔ حضرت محمد (۳) بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بھتیجے)

حضرت زینب (۴) و حضرت ام کلثوم (۵) بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بہنیں)

حضرت فاطمہ (۶) و حضرت سکینہ (۷) بنت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بیٹیاں)

حضرت شہر بانو (۸) بنت یزدجرد بن شہریار جو شاہ فارس کسریٰ کی پوتی تھیں ۔ (بیوی)

حضرت رباب (۹) بنت امراء القیس بن عدی (بیوی)

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رباب جو حضرت سکینہ کی والدہ ہیں حضرت امام ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت سکینہ فرمایا کرتی تھیں کہ ایک مرتبہ میرے چچا حضرت امام حسن میری والدہ کے معاملہ میں میرے والد حضرت حسین پر خفا ہوئے تو میرے والد نے ان سے کہا ۔

لعمرك اننی لا حب دارا　　　تكون بها سكينة و الرباب

تمہاری جان کی قسم! میں اس گھر کو بھی محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب ہوں۔

احبهما و ابذل جل مالی　　　و ليس لعا تب عندی عتاب

میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور ان پر اپنا سارا مال خرچ کرتا ہوں

اور کسی ملامت اور عتاب کرنے والے کا عتاب و ملامت میرے نزدیک عتاب نہیں ہے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ زوجہ محترمہ حضرت رباب نہایت نیک اور صالحہ تھیں حضرت امام کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے ان کو پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہو بننے کے بعد کسی اور کی بہو نہیں بننا چاہتی۔ حضرت امام کی شہادت کا ان کو بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی شہادت کے بعد چند اشعار بطور مرثیہ کہے ۔

ان الذی كان نورا اليستضاء بهٖ　　　بكربلاء قتيل غير مدفون

بے شک وہ حضرت امام جو سراپا نور تھے اور ان سے روشنی حاصل کی جاتی تھی وہ کربلا میں قتل ہو کر بے گور و کفن پڑے تھے۔

سبط النبی جزاك الله صالحة　　　عنا و جنبت خسران الموازين

اے فرزند نبی، اللہ آپ کو بہت اچھی جزا دے ہماری طرف سے اور میزان کے نقصان سے دُور رکھے۔

قد كنت لی جبلا صعبا الوزبه　　　　و كنت تصحبنا بالرحم والدين

بے شک میرے لئے آپ کی ذات ایک ایسے پہاڑ کی مانند تھی جس میں میں پناہ حاصل کرتی تھی

اور آپ بڑی بھلائی اور رحمت ومحبت کے ساتھ ہمارے ساتھ صحبت رکھتے تھے۔

من لليتامی و من للسائلين و من　　　　يعنی و باوی اليه كل مسكين

اب یتیموں اور سائلوں کیلئے کون ہے جس کے پاس ہر مسکین وغریب کو پناہ ملے گی۔

والله لا ابتغی صهرا بصهر كم　　　　حتّٰی اغيب بين الرمل و الطين

خدا کی قسم! آپ کی قرابت کے بعداب میں کوئی قرابت نہ ڈھونڈوگی یعنی دوسرا شوہر نہ کروں گی

یہاں تک کہ ریت اور مٹی میں غائب کردی جاؤں یعنی مرجاؤں۔

واقعۂ کربلا کے بعد حضرت سیّدہ رباب ایک برس زندہ رہیں اور اس مدّت میں کبھی سایہ میں نہیں بیٹھیں۔ (نورالابصار،ص ۱۹۴)

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سال بھر کربلا میں رہیں اور پھر مدینۂ منورہ تشریف لائیں اور اپنے شوہر حضرت حسین کے غم اور فراق میں

وفات پاگئیں۔ رضی اللہ تعالی عنہا

یزیدی مقتولین کی تعداد

اگر چہ طبری اور ابن اثیر میں ان کی تعداد اٹھاسی لکھی ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ مختصر طبری میں نہایت وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ مخالفین کے سیکڑوں قتل ہوئے۔ ایک حضرت حُر ہی نے پہلے حملہ میں چالیس یزیدیوں کو مارا، اسی طرح دوسرے ہاشمی جوانوں اور فاتح خیبر کے شیر دل بہادروں اور مظہر ہمت و جرأت رسول، راکب دوش پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت امام حسین نے سیکڑوں ملعونوں کو واصل بہ جہنم کیا۔ واللہ اعلم

مدفون سر انور

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر انور کے مدفن میں اختلاف ہے علامہ قرطبی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یزید نے اسیران کربلا اور سر انور کو مدینہ طیبہ روانہ کیا اور مدینہ طیبہ میں سر انور کی تجہیز و تکفین کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا، یا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ امامیہ کہتے ہیں کہ اسیرانِ کربلا نے چالیس روز کے بعد کربلا میں آکر جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ حسین کے سر کو شہر میں پھراؤ۔ پھروانے والے جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے اُن سے لیکر دفن کر دیا۔ جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رزّیک جس کو صالح کہتے ہیں نائب مصر نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سر انور لینے کی اجازت حاصل کی اور ننگے پیر وہاں سے مع اپنے سپاہ و خدام کے مورخہ ۸ جمادی الآخر ۵۴۸ھ بروز اتوار مصر لایا، اس وقت بھی سر انور کا خون تازہ تھا اور اس سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ پھر اس نے سبز حریر کی تھیلی میں آبنوس کی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن مشک و عنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مشہد حسینی بنوایا۔ چنانچہ قریب خان خلیلی کے مشہد حسینی مشہور ہے۔ شیخ شہاب الدین بن الطلبی حنفی فرماتے ہیں کہ میں نے مشہد میں سر مبارک کی زیارت کی مگر میں اس میں متردد اور متوقف تھا کہ مبارک اس مقام پر ہے یا نہیں؟ اچانک مجھ کو نیند آ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بہ صورت نقیب سر مبارک کے پاس سے نکلا اور حضور پر نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حجرۂ نبویہ میں گیا اور جا کر عرض کیا یارسول اللہ احمد بن حلبی اور عبدالوہاب نے آپ کے بیٹے حسین کے سر مبارک کے مدفن کی زیارت کی ہے آپ نے فرمایا **اللھم تقبل منھما و اغفرلھما** اے اللہ ان دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور ان دونوں کو بخش دے۔ شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں کہ اس دن سے میرا یقین ہوگیا کہ حضرت امام کا سر انور یہیں ہے پھر میں نے مرتے دم تک سر مکرم کی زیارت نہیں چھوڑی۔ (طبقات الاولیاء للشعرانی)

شیخ عبدالفتاح بن ابی بکر بن احمد شافعی خلوتی اپنے رسالہ نورالعین میں فرماتے ہیں کہ خاتمۃ الحفاظ والمحدثین شیخ الاسلام والمسلمین نجم الدین غیطی رضی اللہ تعالی عنہ نے شیخ الاسلام شمس الدین لقانی سے جو اپنے وقت کے شیخ الشیوخ مالکیہ تھے نقل فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ مشہد مبارک میں سرانور کی زیارت کو حاضر ہوتے اور فرماتے کہ حضرت امام کا سرانور اسی مقام پر ہے۔

حضرت شیخ خلیل ابی الحسن تماری رحمۃ اللہ تعالی علیہ سرانور کی زیارت کو تشریف لایا کرتے تھے جب ضریح مبارک کے پاس آتے تو کہتے السلام علیکم یا ابن رسول اللہ جواب سنتے وعلیک السلام یا ابا الحسن ۔ایک دن سلام کا جواب نہ پایا، حیران ہوئے اور زیارت کر کے واپس آ گئے ۔دوسرے روز پھر حاضر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا۔عرض کیا یا سیّدی کل جواب سے مشرف نہ ہوا، کیا وجہ تھی؟ فرمایا اے ابوالحسن کل اس وقت میں اپنے جدّ امجد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ اکابر صوفیاء اہل کشف صوفیا اسی کے قائل ہیں کہ حضرت امام کا سرانور اسی مقام پر ہے۔

شیخ کریم الدین خلوتی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اجازت سے اس مقام کی زیارت کی ہے۔

کرامت سر انور

سلطان ملک ناصر کو اسکے چند ماتحتوں نے ایک شخص کے متعلق اطلاع دی کہ یہ شخص جانتا ہے کہ اس محل میں مال و زر کہاں دفن ہے مگر یہ بتاتا نہیں سلطان نے اسکی تعذیب کا حکم دیا متولی تعذیب نے اسکو پکڑا اور اسکے سر پر خنافس لگائی اور اسپر قرمز باندھا۔☆ یہ سخت ترین عقوبت اور سزا ہے اس کو چند منٹ بھی انسان برداشت نہیں کرسکتا۔ دماغ پھٹنے لگتا ہے اور کچھ دیر کے بعد آدمی مرجاتا ہے۔ یہ سزا اس کو کئی مرتبہ دی گئی مگر اس کو کچھ اثر نہ ہوا بلکہ ہر مرتبہ خنافس مرجاتے تھے۔لوگوں نے اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے بتایا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا سر مبارک یہاں مصر میں آیا تھا میں نے اس کو عقیدت سے اپنے سر پر اٹھایا تھا یہ اسی کی برکت اور کرامت ہے۔ (خطط والآثار للمقریزی)

☆......(خنافس، خنفساء کی جمع ہے اور وہ سیاہ رنگ کا ایک کیڑا ہوتا ہے گوبر اور نجاست میں پیدا ہوتا ہے۔اُردو میں اس کو گبریلا کہتے ہیں اس کے دو سینگ بھی ہوتے ہیں۔قرمز، چھوٹے چھوٹے چنے کے برابر سرخ رنگ کے ریشم کے مانند کیڑے ہوتے ہیں بعض جنگلوں میں پیدا ہوتے ہیں ان کو سوکھا کر رکھ چھوڑتے ہیں اور ضرورت کے وقت جوش دے کر سُرخ رنگ بنالیتے ہیں اور اس سے ریشم کو رنگتے ہیں اس کی دوا بھی بنتی ہے اور اس سے تیل بھی نکالتے ہیں۔اُردو میں اس کو بیر بہوٹی کہتے ہیں اس زمانے میں چوروں، مجرموں اور ملزموں کو اعتراف جرم کیلئے یہ سزا دیتے تھے کہ سر پر نیچے وہ سیاہ رنگ کے کیڑے اور اوپر قرمز ڈال کر باندھ دیتے تھے۔کیڑے سر کی جلد میں کاٹ کاٹ کر سوراخ کر دیتے تھے۔ان سوراخوں میں قرمز کے ٹکڑے اور ان کا تیل جاتا ہے جس سے دماغ کی رگیں پھٹ جاتی تھیں۔ یہ ایسی سخت ترین سزا ہوتی تھی کہ مجرم برداشت نہیں کرسکتا تھا اور فوراً اعتراف جرم کر لیتا تھا۔)

ایک روایت یہ ہے کہ سر انور یزید کے خزانہ ہی میں رہا۔ جب سلیمان بن عبدالملک کا دورِ حکومت آیا اور اس کو معلوم ہوا تو اُس نے سر انور کو منگوا کر دیکھا اس وقت اس کی ہڈیاں سفید چاندی کی طرح چمک رہی تھیں اس نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرایا۔ (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۷)

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی روایت فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ ملاطفت فرما رہے ہیں اور اس کو بشارت دے رہے ہیں۔ صبح اس نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُس کی تعبیر پوچھی انہوں نے فرمایا شاید تو نے حضرت کی آل کے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے؟

قال نعم و جدت راس الحسین فی خزانة یزید فکسوته خمسة اثواب و صلیت علیه مع جماعة من اصحابی و قبرته فقال له الحسن هو ذلک سبب رضاه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم (صواعق محرقہ، ص ۱۹۷)

اس نے کہا ہاں! میں نے حسین کے سر کو خزانہ یزید میں پایا تو میں نے اس کو پانچ کپڑوں کا کفن دے کر اپنے دوستوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر اس کو دفن کیا ہے۔ حضرت حسن نے اس سے کہا یہی تیرا کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا مندی کا سبب ہوا ہے۔

ناچیز مؤلف عرض کرتا ہے کہ سر انور کے متعلق مختلف روایات ہیں اور مختلف مقامات پر مشاہد بنے ہوئے ہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان روایات اور مشاہد کا تعلق چند سروں سے ہو کیوں کہ یزید کے پاس سب شہدائے اہل بیت کے سر بھیجے گئے تھے تو کوئی سر کہیں اور کوئی کہیں دفن ہوا ہو اور نسبت حسنِ عقیدت کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے صرف حضرت امام حسین کی طرف کر دی گئی ہو۔ واللہ اعلم بحقیقة الحال

واقعۂ کربلا کے بعد یزید کا کردار

حضرت امام کی شہادت کے بعد بھی یزید نے کوئی اچھا کام نہیں کیا بلکہ اس کی شقاوت و بدبختی اور قساوت قلبی اس قدر زیادہ ہوگئی اور اس نے وہ گل کھلائے اور سیاہ کارنامے انجام دیے جس سے انسانیت شرم سے پسینہ پسینہ ہوجاتی ہے۔ اس کے عہد میں اعلانیہ طور پر بدکاریاں ہونے لگیں۔ چنانچہ حرام کاری یعنی زِنا ولواطت، محرمات سے نکاح۔ سود اور شراب خوری عام ہوگئی العیاذ باللہ اسی وجہ سے لوگ خصوصاً حجاز اس کے سخت مخالف ہوگئے اور انہوں نے اس کی بدکاریوں کی وجہ سے اس کی بیعت توڑدی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

واللّٰہ ما خرجنا علیٰ یزید حتی خضنا ان نرمی بالحجارۃ من السّمآء انہٗ رجل ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات و یشرب الخمر و یدع الصّلوٰۃ (تاریخ الخلفاء، صواعق محرقہ)

خدا کی قسم لوگوں نے یزید کی بیعت اس وقت توڑدی جب کہ ہمیں یہ خوف ہوا کہ (کہیں اس کی بدکاریوں کی (وجہ سے) ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں بلاشبہ وہ ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا، شراب پیتا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔

جب یزید نے دیکھا کہ اہل حرمین میرے سخت خلاف ہوگئے اور میری بیعت سے خارج ہوگئے ہیں اور ان کا خروج دوسرے علاقوں کے لوگوں کے خروج کا باعث بنے گا کیونکہ حرمین اسلام کا مرکز اور دِل ہیں اور اس طرح میرا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بیس ہزار کا لشکر گراں دے کر مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔ اِس بدبخت لشکر نے مدینہ منورہ میں وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا جس کے تصوّر سے رُوح تڑپ اٹھتی ہے۔ ساکنین مدینہ منورہ ہمسایہ گان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مظالم کی انتہا کردی۔ قتل و غارت، لوٹ مار اور آبروریزی کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ توبہ توبہ۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بہ جبر بیعت لی کہ چاہے بیچے، چاہے آزاد کرے جو کہتا کہ میں خدا اور رسول کے حکم پر اور کتاب و سنّت کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں اس کو شہید کرتے۔ چنانچہ بہت سے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو نہیں بھاگے ان میں سے سترہ مہاجرین و انصار صحابہؑ کبار تابعین اور سات سو حفاظ قرآن اور چھوٹے بڑے اور مستورات سب ملا کر دس ہزار کے قریب شہید ہوئے، ان کے گھر لوٹ لیے، ظالموں نے تین روز کیلئے مدینہ طیبہ کو مباح قرار دے کر ان میں تین روز میں جس بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کیا اس کا تفصیلاً ذِکر کرنا سخت ناگوار ہے۔ مدینہ طیبہ کی رہنے والی پاک دامن عورتوں کی عزّت و آبرو کو لوٹا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں ان کی داڑھی کے سب بال اکھاڑ دیے اور ان کی سخت بے عزّتی کی۔ اس فوج اشقیاء نے مسجد نبوی کے ستونوں سے گھوڑے باندھے۔ ان تین دِنوں میں کوئی مسجد پاک میں نماز کیلئے نہیں آیا۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار تابعین میں سے تھے وہ مجنون بن کر مسجد پاک میں ہی حاضر رہے، ظالموں نے انکو بھی پکڑا اور مسلم بن عقبہ کے پاس لے گئے مسلم بن عقبہ نے کہا اس کی بھی گردن مارو۔ حضرت سعید دیوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگے۔ ایک شخص نے کہا یہ تو مجنون ہے۔ اس وجہ سے ان کو چھوڑ دیا گا۔

انہی سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان تین دِنوں میں مسجد شریف میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اہل شام مسجد میں آتے اور مجھے دیکھ کر کہتے یہ بوڑھا دیوانہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ میں نماز کے وقت روضۂ مقدسہ سے برابر اذان واقامت اور جماعت کے ہونے کی آواز سنتا تھا۔ چنانچہ میں نے تین دن کی نمازیں اسی جماعت کی اقتداء میں ادا کیں اور کوئی میرے ساتھ نہ ہوتا تھا۔ ایک نوجوان کو اس لشکر شریر نے پکڑ لیا۔ اس کی ماں نے مسلم بن عقبہ کے پاس آکر فریاد کی اور اس کی رہائی کیلئے بہت منت سماجت کی مسلم نے حکم دیا اس کے لڑکے کو لاؤ جب وہ آیا تو مسلم نے اس کی گردن مار کر اس کا سر اس کی ماں کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ تو اپنے زندہ رہنے کو غنیمت نہیں سمجھتی کہ بیٹے کو لینے آئی ہے۔

جب مسلم بن عقبہ بدکردار نے اہل مدینہ کو یزید پلید کی بیعت کی بطریق مذکور دعوت دی تو کچھ لوگوں نے جان ومال کے خوف سے بیعت کرلی۔ ایک شخص قبیلۂ قریش سے تھا اس نے بوقت بیعت یہ کہا کہ میں نے بیعت کی مگر اطاعت پر، معصیت پر نہیں۔ مسلم نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ جب اس کو قتل کردیا گیا تو اس مقتول کی ماں ام یزید بن عبداللہ بن ربیعہ نے قسم کھائی کہ اگر میں قدرت پاؤں گی تو اس ظالم مسلم کو ضرور زندہ یا مردہ جلاؤں گی۔ چنانچہ جب اس ظالم نے مدینہ منورہ میں قتل وغارت کے بعد اپنا روئے بد مکہ معظمہ کی طرف کیا تاکہ وہاں جاکر عبداللہ بن زبیر اور وہاں کے ان لوگوں کا بھی کام تمام کرے جو یزید کے خلاف ہیں تو اتفاقاً راستہ میں اس پر فالج گرا اور وہ مرگیا۔ اس کی جگہ یزید پلید کے حکم کے مطابق حصین بن نمیر تکونی قائد لشکر بنا۔ مسلم کو انہوں نے وہیں دفن کردیا۔ جب یہ لشکر بد آگے بڑھ گیا تو اس عورت کو مسلم کے مرنے کا پتہ چلا وہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر آئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر جلائے اور اپنی قسم پوری کرے۔ جوں ہی قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن سے لپٹا ہوا اس کی ناک کی ہڈی پکڑے چوس رہا ہے۔ یہ دیکھ کر سب کے سب ڈرے اور اس عورت سے کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ خود ہی اس کے اعمال کی سزا اس کو دے رہا ہے اور اُس نے عذاب کا فرشتہ اس پر مسلط کردیا ہے اب تو اس کو رہنے دے۔ اس عورت نے کہا نہیں، خدا کی قسم! میں اپنے عہد اور قسم کو ضرور پورا کروں گی اور اس کو جلا کر اپنے دِل کو ٹھنڈا کروں گی۔ مجبور ہو کر سب نے کہا اچھا پھر اس کو پیروں کی طرف سے نکالنا چاہئے۔ جب ادھر سے مٹی ہٹائی تو کیا دیکھا کہ اسی طرح پیروں کی طرف بھی ایک اژدھا لپٹا ہوا ہے، پھر سب نے اس عورت سے کہا اب اس کو چھوڑ دے اس کیلئے یہی عذاب کافی ہے مگر اس عورت نے نہ مانا اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ اس ظالم پر میرا غصہ تیری رضا کیلئے ہے مجھے یہ قدرت دے کہ میں اپنی قسم پوری کروں اور اس کو جلاؤں یہ دعا کر کے اس نے ایک لکڑی سانپ کی دُم پر ماری وہ گردن سے اتر کر چلا گیا پھر دوسرے سانپ کو ماری وہ بھی چلا گیا۔ چنانچہ انہوں نے مسلم کی لاش کو قبر سے نکالا اور جلا دیا۔

اس مردود مسلم بن عقبہ نے قتل وغارت اور ہتکِ حرمت مدینہ میں اس قدر زیادتی اور اسراف کیا کہ اس کے بعد اس کا نام ہی مُسرِف ہوگیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اذٰی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللّٰہ (سراج منیر شرح جامع صغیر، ج ۸، ص ۲۸۰)

جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو حقیقت میں اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اذٰی شعرۃ منی فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللّٰہ زاد ابو نعیم فعلیہ لعنۃ اللّٰہ (سراج منیر شرح جامع صغیر، ج ۳، ص ۲۷۹)

جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی اس نے حقیقت میں مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اُس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ ابونعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللّٰہ کما یذوب الملح فی الماء (مسلم شریف، ج ۱، ص ۴۴۵)

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا اِرادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لا یرید احد اھل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللّٰہ فی النار ذوب الرّصاص (مسلم شریف، ج ۱، ص ۴۴۱)

جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا اِرادہ کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں رانگ کی طرح پگھلا دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللّٰہ زاد فی روایۃ یوم القیامۃ و فی اخرٰی و علیہ لعنتہ اللّٰہ و غضبہ‘ (صحیح ابن حبان سراج منیر، ج ۳، ص ۲۸۸)

جو اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ اس کو قیامت کے دن ڈرائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اخاف اهل المدينة ظلما اخافه اللّٰه و عليه لعنة اللّٰه و الملائكة و الناس اجمعين لا يقبل اللّٰه منه يوم القيٰمة صرفا والا عدلا (وفاء الوفاء، ص ۳۲۔ جذب القلوب، ص ۳۳)

جو اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کردے اللہ اس کو خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اس کی فرضی عبادت قبول ہوگی نہ نفلی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من آذى اهل المدينة آذاه اللّٰه و عليه لعنة اللّٰه و الملائكة و الناس اجمعين لا يقبل صرف ولا عدل (وفاء الوفاء، ص ۳۲۔ جذب القلوب، ص ۳۳)

جو اہل مدینہ کو اذیت دے گا اللہ اس کو اذیت دے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جو کسی مسلمان کو اذیت پہنچائے اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی خصوصاً اہل مدینہ کو ڈرائے اذیت پہنچائے بلکہ ان سے برائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نارِ دوزخ میں پگھلائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اس کی کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ یزید اور اس کے اعوان و انصار نے اہل بیت نبوت اور اہل مدینہ منورہ کی وہ توہین تذلیل کی اور ان کو ایسی تکلیف و اذیت پہنچائی کہ اسکے تصور سے ہی روح تڑپ اٹھتی ہے لہٰذا بلا شبہ یزید اور اسکے اعوان و انصار مستحق لعنت ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِن الذين يؤذُون اللّٰه وَ رسوله لعنهمُ اللّٰه فِي الدّنيا وَ الاخِرة وَ اعدّلهم عذاباً مّهيناً (القرآن احزاب)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

انزلت فی عبداللّٰہ بنابی اناس معہ قذفوا عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا فخطب النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و قال من یعذرنی فی رجل یؤذینی (درمنثور، ج۵، ص۲۲۰)

یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق اوراس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا۔

کون میری مدد کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جس نے (میری بیوی پر تہمت لگا کر) مجھے اذیت پہنچائی۔ مقام غور ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ کو ستایا اُس نے اللہ ورسول کو اذیت پہنچائی اور مستحق لعنت ہوا، تو یزید پلید اور اس کے اعوان وانصار نے اہل بیت نبوت اور صحابہ اور تابعین اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تو اس کے مقابلے میں بہت ہی زیادہ ہے اور اس کے بعد مکہ مکرمہ میں جو کچھ ہوا، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

(افسوس کہ آج کل کچھ لوگ یزید کی حمایت اور فرزند رسول امام حسین کی مخالفت کرتے ہوئے زبان وقلم دراز کرتے ہیں اور طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ الحمدللہ کہ رحمت وعنایت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اس ناچیز گدائے اہل بیت رسول نے اپنی کتاب امام پاک اور یزید پلید میں ایسے اعتراضات کے مدلل ومسکت اور دندان شکن جوابات پیش کئے ہیں اور حامیانِ یزید کے سامنے یزید پلید کو بے نقاب کردیا ہے ۔ اِن شاء اللہ اس کتاب کے مطالعے سے حقیقت حال آپ پر واضح ہوجائے گی اور امام پاک کی عظمت ومرتبت، عزیمت واستقامت اورحق وصداقت پر یقین غیر متزلزل اور مستحکم ہوجائے گا۔)

مکہ مکرمہ پر حملہ

گزشتہ صفحات میں ذکر ہوچکا ہے کہ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کے ذریعے حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام حسین تو گورنر مدینہ کے بلانے پر اس کے پاس تشریف لے گئے تھے مگر حضرت عبداللہ بن زبیر گورنر کے پاس نہیں گئے تھے اور اسی رات وہاں سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ میں آگئے۔ مکہ مکرمہ ہجرت کے بعد سے اب تک وہ حرم کی پناہ میں ہی سکون واطمینان کی زندگی گزار رہے تھے۔

جب اہل حجاز کی حرکات بد کی وجہ سے اس سے سخت متنفر ہوگئے تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے اہل مکہ کو جمع ہونے کی دعوت دی اور ان کے سامنے ایک مؤثر تقریر فرمائی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ......

اہل عراق خصوصاً اہل کوفہ ایسے غدار و بدکار اور بدترین ہیں کہ انہوں نے فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا کہ اُن کی نصرت و امداد کریں گے اور ان کو اپنا فرمانروا بنائیں گے مگر اُن غداروں نے ایسا نہ کیا بلکہ وہ حکومت یزید کے ساتھ مل گئے اور پھر خود فرزند رسول سے لڑنے کیلئے میدان میں آگئے۔ حضرت حسین نے ذِلت کی زندگی پر عزّت کی موت کو ترجیح دی اور دشمن کے انبوہ کثیر کے سامنے گردن اطاعت نہ جھکائی، خدا تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور اُن کے قاتلوں کو ذلیل کرے۔ حضرت حسین کے ساتھ جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے، اسکے بعد کیا ہم ان لوگوں سے کسی طرح مطمئن ہوسکتے ہیں؟ اور ان کی اطاعت قبول کرسکتے ہیں، ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! بلاشبہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار تھا جو ان سے ان امور (حکومت) کا زیادہ حقدار تھا اور اپنے دین اور فضیلت و بزرگی میں اُن سے بہت زیادہ بہتر تھا۔ خدا کی قسم! وہ قرآن کے بدلے گمراہی پھیلانے والا نہ تھا اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کے گریہ و بکائی کی کوئی انتہائی نہ تھی، وہ روزوں کو شراب کے پینے سے نہیں بدلا کرتا تھا اور نہ ان کی مجلس میں ذکر الٰہی کی بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ (یہ باتیں ابن زبیر نے یزید کے متعلق کہی تھیں) پس عنقریب یہ (یزیدی) لوگ جہنم کی وادی غیّ میں جائیں گے۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۴۰۔ طبری، ج ۶، ص ۲۷۳)

اس تقریر کے بعد لوگ ان کی طرف دوڑے اور کہا کہ آپ اپنی بیعت کا اعلان کریں۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کردیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سب لوگوں نے سوائے حضرت ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ انہوں نے یزید کے تمام عاملوں کو مکہ و مدینہ سے نکال دیا اور حجاز مقدس سے یزید کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ یزید کو ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔ اِس لشکر نے مدینہ منورہ میں جو کچھ کیا، وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

اب اس لشکر شریر نے حصین بن نمیر کی قیادت میں مکہ مکرمہ پہنچ کر حملہ کیا اور چونسٹھ روز تک برابر مکہ کا محاصرہ کر کے لوگوں کو قتل کرتے رہے اور منجنیقوں سے اس قدر سنگ باری کی کہ صحن کعبہ معظمہ کو پتھروں سے بھر دیا۔

نصبوا المجانيق على الكعبة و رموها حتّٰی بالنار فاحترق جدار لبيت

انہوں نے کعبۃ اللہ پر منجنیقیں نصب کر دیں اور کعبہ پر سنگ باری کی
یہاں تک کہ آگ لگ گئی اور کعبۃ اللہ کا غلاف اور دیواریں جل گئیں۔

سنگ باری کرتے وقت وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

خطاره مثل الفتيق المزيد نرمي بها جداران هذا المسجد

یہ منجنیق مثل موٹے کف دار اونٹ کے ہے جس سے ہم اس مسجد کی دیواروں پر سنگ باری کر رہے ہیں۔

چنانچہ اس سنگ باری سے مسجد الحرام کے ستون ٹوٹ گئے اور دیواریں شکستہ ہو گئیں۔

كيف ترى صنيع ام فروه تاخذهم بين الصفا والمروه

ذرا ام فروہ یعنی منجنیق کو دیکھ کہ وہ کیسے صفا و مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۵۔ طبری، ج ۷، ص ۱۴۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۴۹)

غرض ان بے دینوں لعینوں نے انتہائی بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کیا۔ حرم شریف کے باشندے دو ماہ تک سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ کعبہ معظمہ کئی روز تک بے لباس رہا۔ اس کی چھت جل گئی۔ دیواریں شکستہ ہو گئیں۔ یہ انتہائی شرم ناک والم ناک اور دل سوز واقعات ربیع الاوّل ۶۴ھ کے شروع میں ہوئے اور اسی ماہ کے آخر میں جب کہ ابھی کعبہ میں جنگ جاری تھی۔ بد بخت و بد نصیب یزید پلید کے مرنے کی خبر آئی۔ جوں ہی اس کی ہلاکت کی خبر آئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے بآواز پکارا۔ اے شامیو! تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا ہے۔ یزید کی موت کی خبر سے اہل شام کی ہمتیں چھوٹ گئیں اور حوصلے پست ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے انصار کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہ شامیوں پر ٹوٹ پڑے اور شامی لشکر خائب و خاسر ہو کر بھاگا اور اہل مکہ کو اس لشکر شریر کے ظلم و شر سے نجات ملی۔

بدبخت یزید پلید نے تقریباً ساڑھے تین برس تک حکومت کی اور اڑتیس یا انتالیس برس کی عمر میں قریہ حوارین میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کی موت پر ابن عرواہ نے یہ اشعار کہے ۔

ابنی امیة ان اٰخر ملککم　　　جسدا بحوارین ثم مقیم

اے بنی امیہ تمہارے آخری بادشاہ کی لاش حوارین میں پڑی ہوئی ہے۔

طرقت منیته' و عند وساده　　　کوب وزق راعف مرثوم

اس کی موت نے ایسے وقت آکر اس کو مارا جب کہ اس کے تکیہ کے پاس کوزہ اور سربہ مہر لبالب مشکیزۂ شراب بھرا رکھا ہوا تھا۔

و مرفة تبکی علی نشوانه　　　بالضبح تقعد تارة و تقوم

اور ایک مغنیہ سارنگی لیے ہوئے اس نشہ سے مست ہونے والے پر رو رہی تھی وہ کبھی بیٹھ جاتی تھی اور کبھی کھڑی ہو جاتی تھی۔

قریہ حوارین سے یزید کی لاش کو دمشق میں لایا گیا۔ اسکے بیٹے خالد یا معاویہ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مقبرہ باب الصغیر میں دفن کیا اور اس کی قبر مزبلۂ شہر ہے ۔

جب سرِ محشر وہ پوچھیں گے بُلا کے سامنے　　　کیا جوابِ جرم دو گے تم خدا کے سامنے

معاویۂ اصغر

یزید کی ہلاکت کے بعد لوگوں نے یزید کے بیٹے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ نوجوان فطرتاً نرم دل، نیک سیرت اور دین و مذہب کا پابند تھا۔ چونکہ یہ بنی امیہ کی بدعنوانیوں سے بیزار اور بددل تھا اس لئے اس نے لوگوں کے درمیان ایک خطبہ دیا کہ میں حکومت سنبھالنے کی قوت اور اہلیت نہیں رکھتا اور مجھے تم میں کوئی حضرت عمر بن خطاب سا نظر نہیں آتا جس کو تم پر خلیفہ مقرر کر دوں اور نہ ہی اہل شوریٰ نظر آتے ہیں کہ یہ معاملہ ان پر چھوڑ دوں، لہٰذا تم اپنے معاملات کو خود بہتر سمجھتے ہو، جسے چاہو اپنے لئے منتخب کر لو یہ کہہ کر وہ خلافت سے دست بردار ہو گیا اور اپنے مکان میں چلا گیا اور بیمار ہو گیا۔ چالیس روز کے بعد اس مکان سے اس کی لاش نکلی بعض کہتے ہیں اس کو زہر دے دیا گیا۔ (طبری، ج ۷، ص ۳۲ ۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۵۱)

قارئین کرام

فرزندرسول دل بند بتول سیّدالشہداءحضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے عزیزوں دوستوں کی الم ناک لرزہ خیز مظلومانہ شہادت اور بدبخت و نامراد یزید پلید اور اس کے خبیث و شریر لشکر کے جورو جفا، ظلم وستم اور سیاہ کاریوں کے واقعات معتبر کتب کے حوالہ جات اور صحیح روایات کے ساتھ اب تک کے صفحات میں ذکر کیے گئے۔ چشمِ حقیقت میں نے دیکھ لیا اور ہر ذی عقل وشعور نے جان لیا ہوگا کہ تاریخ انسانیت میں یہ واحد ایسا واقعہ ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ خود کو مسلمان کہلانے والوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے صرف پچاس برس گزر جانے پر اپنے نبی ہی کی خاص اولاد سے جس طرح بہیمانہ اور سفاکانہ سلوک کیا اور ظلم و جفا کی جو انتہا کی شاید ظلم کی پیشانی بھی اس سے عرق آلود ہوگی کوفی اور شامی یزیدیوں نے رہتی دُنیا تک لعنت وملامت اور مذمت ہی اپنے لئے جمع کی۔ یہاں تک کہ لفظ یزید داخلِ دشنام ہوگیا اور یزیدیت سرکشی ونافرمانی اور ظلم واستبداد کا عنوان ہوگئی۔ آج یزید کے کسی حامی کی بھی یہ جرأت نہیں کہ وہ اپنے بیٹوں کا نام یزید وزیاد یا شمر رکھے۔ اس کے برعکس قرآن وحدیث اور تاریخ وسیر کی روشنی میں پیارے مصطفےٰ کے نورِ نظر، مرتضیٰ کے لختِ جگر، مجتبیٰ کے دل بر، سیّدہ زہرا کے پسر سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وعمل اخلاق وکردار، سیرت وتعلیمات کے ہر پہلو کو دیکھئے، محاسن ہی محاسن نظر آتے ہیں اور کیوں نہ ہوں ختمی مرتبت حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ یعنی حسین میرے اہل بیت سے ہے میرے خون سے ہے میرے حوالے اور نسبت سے ہے اور میں جمال وکمال، علم وفضل اور اخلاق وکردار کے لحاظ سے حسین سے ظاہر ہوں گا گویا حسین مظہر رسول ہیں۔ امام پاک نے میدانِ کربلا میں اپنی حیثیت وشان اور عظمت ومرتبت ہی کے شایاں کردار کا مظاہرہ کیا۔ وہ دین کے پاسبان تھے۔ ناموس رسالت کے نگہبان تھے۔ وہ کسی کمزور کا مظاہرہ کرتے یا مردِ میدان نہ بنتے تو دین کے اصول مٹ جاتے، عظمت وشوکتِ اسلام ختم ہوجاتی، عزیمت واستقامت کی مثال قائم نہ ہوتی۔ وہی دین جس کیلئے نبی آخرالزمان نے شدید ترین تکالیف ومصائب وآلام برداشت کیے، صحابہ کرام خلفائے راشدین نے اپنی زندگیاں جس دین کیلئے وقف کیں، اب اس دین کو بدلا اور مٹایا جارہا تھا۔ یہ دین رسول اللہ کے گھرانے سے اُمّت کو عطا ہوا، اس گھرانے پر اس دین کے تحفظ کی ذِمّہ داری دوسروں کی نسبت زِیادہ عائد ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت امام نے اپنا فریضہ ادا کیا۔ وہ کربلا میں حق وصداقت اور دین کیلئے سینہ سپر ہوئے تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کی مدد کی، انہیں ثابت قدمی اور استقامت واستقلال سے نوازا۔ ظلم وجفا کی آندھیاں بھی آپ کے پائے ثبات میں جنبش پیدا نہیں کرسکیں صرف اس لئے کہ امام پاک کے قلب ولسان میں ہم آہنگی تھی۔ حق پر ان کا ایمان مستحکم تھا

وہ ظاہری باطنی آلائشوں اور رذائل دنیوی سے پاک اور مبرا تھے پھر وہ کیسے باطل کے سامنے جھک سکتے تھے کیونکہ مردانِ حق کے سر کٹ تو سکتے ہیں باطل کے سامنے جھک نہیں سکتے۔ حضرت امام نے رضائے الٰہی کا بلند مرتبہ و مقام حاصل کیا۔ ایثار و وفا اور صبر و رضا کا وہ مظاہرہ کیا کہ حسینیت سربلندیوں اور سرفرازیوں کا عنوان ہوگئی اور نام حسین ہر کسی کیلئے قرارِ جان ہوگیا اور محبتِ حسین جان ایمان ہوگئی۔ آج لاکھوں محبانِ حسین ہیں، عاشقانِ امام ہیں، غلامانِ آلِ رسول ہیں، امام نے شہید ہو کر جو فتح و کامیابی حاصل کی اور حق کا جو بول بالا کیا اس نے صرف یزید ہی کے نہیں قیامت تک ہر فاسق و فاجر اور ظالم و جابر کے فسق و فجور، ظلم و جبر اور سرکشی و نافرمانی کی راہیں مسدود کر دیں اور پرچم حق کو ہمیشہ کیلئے بلند کر دیا اور امتِ مسلمہ کو باطل کے خلاف ڈٹ جانے اور سب کچھ قربان کر دینے کا وہ بے مثال لازوال جذبہ عطا کر دیا جو اہلِ حق کا امتیاز اور افتخار ہے۔ اسی لیے دنیا میں ہر طرف امام پاک کو خراجِ محبت پیش کیا جا رہا ہے، ان کی یاد منائی جاتی ہے اور ان کی بارگاہ میں سلام و رحمت کے پھول ہدیہ کئے جاتے ہیں ۔

سلطانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانانِ مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

وہ بھوک و پیاس وہ فرض جہاد حق
سرچشمۂ رضا کو ہمارا سلام ہو

اُمت کے واسطے جو اٹھائی ہنسی خوشی
اس لذّتِ جفا کو ہمارا سلام ہو

عباس نامدار ہیں زخموں سے چور چور
اس پیکرِ رضا کو ہمارا سلام ہو

اکبر سے نوجواں بھی رن میں ہوئے شہید
ہمشکلِ مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

اصغر کی ننھی جان پہ لاکھوں دُرود ہوں
مظلوم و بے گناہ کو ہمارا سلام ہو

بھائی بھتیجے بھانجے سب ہوگئے شہید
ہر لعل بے بہا کو ہمارا سلام ہو

تیغوں کے سائے میں بھی عبادت خدا کی کی
برہان اولیاء کو ہمارا سلام ہو

ہوکر شہید قوم کی کشتی ترا گئے
اُمت کے ناخدا کو ہمارا سلام ہو

ناصر ولائے شاہ میں کہتے ہی بار بار
مہمانِ کربلا کو ہمارا سلام

قاتلین کا انجام

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں آکر قاتلین کے شریک ہوئے یا اس واقعہ شہادت سے راضی وخوش ہوئے عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی وہ اپنے اعمال بد کی سزا کو پہنچے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے دنیا ہی میں عذابِ الٰہی نہ دیکھا اور سزا نہ پائی ہو۔ان میں سے بعض تو بری طرح مارے گئے بعض اندھے اور روسیاہ ہوگئے ،بعض مبروص اور کوڑھے ہوگئے اور بعض سخت عبرتناک بلاؤں اور بیماریوں میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوئے۔

حضرت عامر بن سعد البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا اے عامر، میرے صحابی براء ابن عازب کے پاس جاکر میرا سلام کہہ اور خبر دے کہ جنھوں نے میرے بیٹے حسین کو قتل کیا ہے وہ دوزخی ہیں۔پس میں نے براء ابن عازب کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ خواب سنایا انہوں نے سن کر فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ (مفتاح النجا۔سعادت الکونین ،ص ۱۵۴)

علامہ امام حافظ ابن حجر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قاتل الحسین فی تابوت من نار علیه نصف عذاب اھل الدنیا (نورالابصار،ص ۱۵۲۔اسعاف الراغبین ،ص ۲۱۰)

حسین کا قاتل ایک آگ کے تابوت میں ہوگا اس پر اہل دنیا کے نصف کا عذاب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اوحی اللّٰہ تعالیٰ الیٰ محمّد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم انی قتلت بیحییٰ بن زکریا سبعین الفاوانی قاتل بابن ابنتک سبعین الفا وسبعین الفا

(المستدرک،ج ۳،ص ۱۷۸۔تہذیب التہذیب،ج ۲،ص ۳۵۴۔البدایہ والنہایہ،ج ۸،ص ۲۰۱۔صواعق محرقہ،ص ۱۹۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ ابن زکریا کے عوض ستر ہزار افراد مارے اور اے حبیب تیرے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار مارنے والا ہوں۔

فقال شیخ انا اعنت و ما اصابنی شیٔ فقام لیصلح السراج فاخذته النار فجعل ینادی النّار النّار وانغمس فی الفرات و مع ذٰلک فلم یزل به حتّٰی مات (صواعق محرقہ،ص ۱۹۳)

تو ایک بوڑھا بولا میں نے بھی قاتلوں کی اعانت کی تھی مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا یہ کہہ کر وہ چراغ کی بتی دُرست کرنے کیلئے اٹھا تو اس کو آگ لگ گئی وہ زور زور سے پکارنے لگا آگ آگ مگر کسی نے نہ سنی۔یہاں تک کہ اس نے فرات میں غوطہ لگایا پھر بھی آگ نہ بجھی اور وہ اسی آگ میں جل کر مر گیا۔

اسی قسم کی ایک اور روایت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور سبط ابن الجوزی نے بھی سُدی سے نقل فرمائی ہے۔

انہی سبط ابن الجوزی نے امام واقدی سے روایت فرمائی ہے کہ ایک بوڑھا جو لشکر یزید میں تھا مگر اس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا وہ اندھا ہوگیا اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔

حاسرا عن زراعیه و بیده سیف و بین یدیه نطع و علیه عشرة ممن قتل الحسین مذبوحین ثم لعنتی و سبنی ثم اکحلنی بمردود من دم الحسین فاصبحت اعمٰی

(صواعق محرقہ، ص ۱۹۳۔ نورالابصار، ص ۱۲۷۔ اسعاف الراغبین، ص ۲۱۳)

کہ آپ غضب ناک حالت میں آستین چڑھائے شمشیر بہ کف کھڑے ہیں اور آپ کے آگے فرش چرمی بچھا ہوا ہے جس پر امام حسین کے دس قاتل ذبح ہوئے پڑے تھے پھر آپ نے مجھے لعنت وملامت کی۔ پھر آپ نے خونِ حسین سے آلودہ ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی اسی وقت سے میں اندھا ہوگیا۔

یزیدی لشکر کے ایک سپاہی نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ انور کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا چند روز کے بعد لوگوں نے اس کو سخت سیاہ رُو دیکھا، تو پوچھا کہ

انک کنت انضر العرب و جها فقال مامرت علیٰ لیلة من حین حملت تلک الراس الا واثنان یا خذان بضبحی ثم ینتهیان بی الی نار تاجج فید فعانی فیها و انا انکص فتسفعنی کما ترٰی ثم مات علیٰ اقبح حالة (صواعق محرقہ، ص ۱۹۴۔ نورالابصار، ص ۱۲۷۔ اسعاف الراغبین، ص ۲۱۳)

تُو تو بہت خوب صورت اور خوش رنگ تھا، تجھے کیا ہوا۔ اس نے کہا جس دن میں نے حضرت حسین کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں باندھ کر لٹکایا اس دن سے ہر روز رات کو دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میرے دونوں بازو پکڑ کر مجھے ایسی جگہ لے جاتے ہیں جہاں بہت سی آگ ہوتی ہے اس آگ میں مجھے منہ کے بل ڈال کر پھر نکال لیتے ہیں اس وجہ سے میرا منہ سیاہ ہوگیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ وہ راوی کہتے ہیں کہ وہ نہایت بری حالت میں مرا۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

ان شیخا رای النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم و بین یدیہ طشت فیھا دم والناس یعرضون علیہ فیلطخھم حتی انتھت الیہ فقلت ما حضرت فقال لی ھویت فاوما الیٰ باصبعہ فاصبحت اعمٰی (صواعق محرقہ، ص ۱۹۴)

تحقیق ایک بوڑھے نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے آگے ایک طشت رکھا ہے جس میں خون تھا اور لوگ آپ کے سامنے پیش کیے جا رہے تھے آپ ان کی آنکھوں میں اس خون سے لگا رہے تھے یہاں تک کہ میں بھی پیش ہوا اور میں نے عرض کیا میں مقابلے میں نہیں گیا تھا۔ آپ نے فرمایا تو اس کی خواہش تو رکھتا تھا پھر آپ نے انگلی سے میری طرف اشارہ کیا پس میں اس وقت سے اندھا ہو گیا۔

حضرت احمد ابو رجاء العطاردی نے فرمایا لوگو! اہل بیت نبوت میں سے کسی کو برا نہ کہو۔

فانّہ کان لنا جار من بلھجیم قدم علینا من الکوفۃ قال امّا ترون الیٰ ھٰذا الفاسق ابن الفاسق قتلہ اللّٰہ فرماہ اللّٰہ بکو کبین فی عینیہ فذھب بصرہ (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۵)

کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی تھا جو بلہجیم میں سے تھا اور کوفہ سے آیا تھا اس نے کہا تم نے اس فاسق ابن فاسق (حسین بن علی) کو نہیں دیکھا کہ اللہ نے اسکو قتل کر ڈالا (معاذ اللہ)۔ پس اسی وقت اللہ نے (آسمان سے) دو تارے اس کی آنکھوں میں مارے تو اس کی بصارت جاتی رہی۔

علامہ البارزی حضرت منصور سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر جیسا تھا۔ انہوں نے اس سے اس کا سبب پوچھا، تو اس نے کہا۔

انہ کان یلعن علیا کل یوم الف مرۃ و فی الجمعۃ اربعۃ الاٰف مرۃ و اولادہ معہ فرایت النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و ذکر منا ما طویلا من جملۃ ان الحسن شکاہ الیہ فلعنہ ثم بصق فی وجھہ فصار موضع بصاقہ خنزیر اوصار اٰیۃ للناس (صواعق محرقہ، ص ۱۹۴)

کہ وہ ہر روز حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر ایک ہزار مرتبہ اور جمعہ کے روز چار ہزار مرتبہ ان اور ان کی اولاد پر لعنت کیا کرتا تھا (معاذ اللہ) تو ایک رات اس نے خواب میں نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دیکھا اور اس نے طویل خواب کا ذکر کیا اس میں یہ بھی تھا کہ حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کی حضور کی بارگاہ میں شکایت کی تو حضور نے اس پر لعنت کی اور اس کے منہ پر تھوک دیا تو اس کا منہ خنزیر جیسا ہو گیا اور وہ لوگوں کیلئے ایک درسِ عبرت بن گیا۔

جب معرکۂ کربلا میں بے دین اشقیاء نے اہلِ بیت نبوت پر پانی بند کر دیا اور سب شدّتِ پیاس سے بہت بے تاب ہوئے تو ایک بد بخت نے امام پاک کو مخاطب کر کے کہا۔

انظر الیه کانه' کبد السماء لا تذوق منه قطرة حتّٰی تموت عطشا فقال له الحسین اللّٰھُم اقتله عطشا فلم یرو مع کثرة شربه للماء حتّی مات عطشا (صواعق محرقہ، ص ۱۹۵۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۲۲)

اس کو دیکھو یہ شخص آپ کو گویا جگر گوشۂ آسمان سمجھتا ہے مگر یہ ایک قطرہ بھی اِس کے پانی سے نہیں چکھے گا یہاں تک کہ پیاسا ہی مرے گا امام حسین نے اس کے متعلق دعا فرمائی اے اللہ اس کو پیاسا ہی مارنا اس کے بعد اس کی یہ حالت ہوگئی کہ بہت زیادہ پانی پینے کے باوجود بھی سیراب نہ ہوتا یہاں تک کہ پیاس کی حالت ہی میں مرگیا۔

جس بد بخت نے معصوم علی اصغر کے حلق میں تیر پیوست کیا تھا وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ اس کے منہ اور پیٹ میں سخت حدّت اور گرمی پیدا ہوگئی گویا کہ آگ سی لگی رہتی اور پشت کی طرف بہت برودت یعنی سردی پیدا ہوگئی۔ چنانچہ اس کے منہ اور پیٹ پر تو پانی چھڑکتے برف رکھتے اور پنکھا ہلاتے اور اس کی پشت کی طرف آگ جلاتے مگر کسی طرح بھی چین نہ پڑتا۔

و ھو یصیح العطش فیوتی بسویق و ماء و لبن لو شربه خمسة لکفا ھم فیشربه ثم یصیح فیسقی کذٰلک الیٰ ان انقدّ بطنه (صواعق محرقہ، ص ۱۹۵)

اور وہ چیخ چیخ کر کہتا پیاس پیاس تو اس کے لیے ستو، پانی اور دودھ لایا جاتا اگر اس کو پانچ گھڑے بھی پلائے جاتے تو وہ پی جاتا اور پھر بھی پیاس کہہ کے چیختا آخر اسی طرح پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔

حضرت ابو محمد سلیمان الاعمش کوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ کیلئے گیا۔ دَورانِ طواف میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں اس کی بات پر بہت متعجب ہوا کہ سبحان اللہ العظیم اس کا کیسا گناہ ہے کہ جس کی بخشش کا اس کو گمان نہیں، خیر میں خاموش رہا اور طواف میں مصروف رہا۔ دوسرے پھیرے میں سنا وہ پھر یہی کہہ رہا تھا۔ میری حیرانی میں اِضافہ ہوا۔ میں نے طواف سے فارغ ہو کر اس سے کہا کہ تو ایسے عظیم مقام پر ہے جہاں بڑے سے بڑا گناہ بھی بخشا جاتا ہے تو اگر تُو اللہ عزوجل سے مغفرت اور رحمت مانگتا ہے تو اس سے امید بھی رکھ، کیوں کہ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اس شخص نے کہا اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ میں نے کہا میں سلیمان الاعمش ہوں۔ اس نے کہا اے سلیمان! تم مانگو اور امید بھی رکھو، میں بھی کبھی تمہارے ہی جیسا خیال رکھتا تھا لیکن اب نہیں۔ یہ کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک طرف لے گیا اور کہا میرا گناہ بہت بڑا ہے، میں نے کہا کیا تیرا گناہ پہاڑوں، آسمانوں، زمینوں اور عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہنے لگا ہاں میرا گناہ بڑا ہی ہے! سنو میں تمہیں بتاتا ہوں وہ بڑی عجیب بات ہے جو میں نے دیکھی ہے میں نے کہا سناؤ اللہ تم پر رحم کرے۔ اس نے کہا اے سلیمان میں ان ستر آدمیوں میں سے ہوں جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کو یزید کے پاس لائے تھے۔ پھر یزید نے اس کو شہر کے باہر لٹکانے کا حکم دیا۔ پھر اس کے حکم سے اتارا گیا اور سونے کے طشت میں رکھ کر اس کے سونے (نیند) کی جگہ رکھا گیا۔ آدھی رات کے وقت یزید کی بیوی اٹھی تو اچانک اس نے دیکھا کہ ایک نورانی شعاع امام کے سر سے لیکر آسمان تک چمک رہی ہے، وہ یہ دیکھ کر سخت خوفزدہ ہوئی اور اس نے یزید کو جگایا اور کہا اٹھ کر دیکھ میں ایک عجیب منظر دیکھ رہی ہوں، یزید نے بھی اس روشنی کو دیکھ کر کہا چپ رہو میں بھی دیکھ رہا ہوں جو تم دیکھ رہی ہو۔ جب صبح ہوئی تو اس نے سر مبارک نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نکالا گیا اور خیمۂ دیبائے سبز میں رکھا گیا اور اس کی نگرانی کیلئے ستر آدمی مقرر ہوئے میں بھی ان میں تھا۔ پھر ہمیں حکم ہوا، جاؤ کھانا کھاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور کافی رات گزر گئی تو ہم سو گئے۔ اچانک میں جاگ پڑا اور دیکھا کہ آسمان پر ایک بڑا بادل چھایا ہوا ہے اور اس میں سے پہاڑ کی سی گرج اور پروں کے ہلنے کی سی آواز آ رہی ہے پھر وہ بادل قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ زمین سے مل گیا اور اس میں سے ایک مرد نمودار ہوا جس پر جنت کے حلوں میں سے دو حُلے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک فرش اور کرسیاں تھیں اس نے وہ فرش بچھایا اور اس پر کرسیاں رکھ دیں اور پکارنے لگا اے ابوالبشر آئیے آدم صلی اللہ علیک تشریف لائیے پس ایک بڑے بزرگ نہایت حسین و جمیل تشریف لائے اور سر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر کہا:۔

السّلام علیک یا ولی اللّٰہ السّلام علیک یا بقیة الصّالحین عشت سعید او قتلت طریدا ولم تزل عطشان حتی الحقک اللّٰہ بنا رحمک اللّٰہ ولا عفر لقا تلک الویل تقاتلک غدا من النّار ثم زال و قعد علی الکرسی من تلک الکراسی

سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے ولی سلام ہو تجھ پر اے بقیۃ الصالحین زندہ رہے تم سعید ہو کر اور قتل ہوئے تم طرید یعنی خلف ہو کر پیاسے رہے حتیٰ کہ اللہ نے تمہیں ہم سے ملا دیا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے اور تمہارے قاتل کیلئے بخشش نہیں تمہارے قاتل کیلئے کل قیامت کے دن دوزخ کا بہت برا ٹھکانا ہے۔

یہ فرما کر وہ وہاں سے ہٹے اور ان کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک بادل آیا وہ اسی طرح زمین سے مل گیا اور میں نے سنا کہ ایک منادی نے ندا کی اے نبی اللہ اے نوح تشریف لایئے ناگاہ ایک صاحب وجاہت زردی مائل چہرہ جنت کے حلوں میں دو حلے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے بھی وہی الفاظ کہے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے پھر ایک اور بڑا بادل آیا اور اس میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نمودار ہوئے انہوں نے بھی وہی کلمات فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تشریف لائے اور اسی طرح کے کلمات فرما کر کرسیوں پر جا بیٹھے پھر ایک بہت ہی بڑا بادل آیا اس میں سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ملائکہ نمودار ہوئے۔ پہلے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر کے پاس تشریف لے گئے اور سر کو سینے سے لگایا اور بہت روئے۔ پھر حضرت فاطمہ کو دیا انہوں نے بھی سینے سے لگایا اور بہت روئیں پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر یوں تعزیت کی۔

السلام علی الولد الطیب السّلام علی الخلق الطیب اعظم اللّٰہ اجرک و احسن عزاء ک فی ابنک الحسین

سلام ہو پاکیزہ فطرت و خصلت والے پاک فرزند پر اللہ آپ کو بہت زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے اور آپ کے فرزند حسین کے (اس امتحان) میں احسن صبر دے۔

اسی طرح حضرت نوح، حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے بھی تعزیت فرمائی۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام سے فرمایا کہ آپ گواہ رہیں خود اللہ ہی کافی گواہ ہے، میری اُمت کے ان لوگوں پر جنہوں نے میرے بعد میری اولاد کو اس طرح قتل کر کے مجھے یہ بدلہ دیا ہے۔ پھر ایک فرشتہ نے آپکے قریب آ کر عرض کیا اے ابوالقاسم (اس واقعہ سے) ہمارے دل پاش پاش ہو گئے ہیں۔ میں آسمان و دنیا کا موکل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں ان لوگوں پر آسمان ڈھا دوں اور ان کو تباہ کر دوں۔ پھر ایک اور فرشتہ نے آ کر عرض کیا اے ابوالقاسم! میں دریاؤں کا موکل ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپکی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ فرمائیں تو میں ان پر طوفان برپا کر کے انکو تباہ و برباد کر دوں۔ آپ نے فرمایا اے فرشتو ایسا کرنے سے باز رہو۔

فقال الحسن یا جداہ ھؤلاء الرّقود ھم الذین یحرسون اخی و ھم الذین اتوابراسہ فقال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ملا ئکۃ ربی اقتلوھم یقتلہ ابنی فواللّٰہ ما لبثت الا یسیرا حتّٰی رایت اصحابی قد ذبحوا اجمعین قال فلصق بی ملک لیذبحتی فنادیۃ یا ابا القاسم اجرنی و ارحمنی یرحمک اللّٰہ فقال کفوا عنہ و دنامنی و قال انت من السبعین رجلا قلت نعم فالقٰی یدہ' فی منکبی و سحبنی علیٰ وجھی و قال لا رحمک اللّٰہ و لا غفرلک احرق اللّٰہ عظامک بالنار فلذالک الیست من رحمۃ اللّٰہ فقال الاعمش الیک عنّی فانّی اخاف ان اعاقب من اجلک (نورالابصار،ص۱۴۹)

توحضرت حسن نے کہا ناناجان! یہ جو سوئے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو میرے بھائی کے سر کو لائے ہیں اور یہی نگرانی پر مقرر ہیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے ربّ کے فرشتو ان کو قتل کردو میرے بیٹے کے قتل کے بدلے میں۔ توخدا کی قسم ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ وہ میرے سب ساتھی قتل کر دیے گئے پھر ایک فرشتہ مجھے بھی قتل کرنے کو آیا تو میں نے پکارا اے ابوالقاسم مجھے بچائیے اور مجھ پر رحم فرمائیے اللہ آپ پر رحم فرمائے تو آپ نے فرشتہ سے فرمایا اسے رہنے دو پھر آپ نے میرے قریب آکر فرمایا تو ان ستر آدمیوں میں سے ہے جو سر لائے تھے؟ میں نے کہا ہاں! پس آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے میں ڈال کر مجھے منہ کے بل گرادیا اور فرمایا خدا تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے بخشے اللہ تیری ہڈیوں کو نارِدوزخ میں جلائے تو یہ وجہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے ناامید ہوں۔ حضرت اعمش نے یہ سن کر فرمایا، او بدبخت مجھ سے دُور ہو کہیں تیری وجہ سے مجھ پر بھی عذاب نہ نازل ہوجائے۔

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت صالح شمام سے روایت نقل فرمائی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حلب میں خواب دیکھا کہ ایک کالا کتا مارے پیاس کے زبان نکالتا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پانی پلاؤں کہ اتنے میں ہاتف غیبی نے آواز دی خبردار! اس کو پانی مت پلا۔ یہ قاتلِ حسین بن علی ہے۔ اس کیلئے قیامت تک یہ سزا ہے کہ اسی طرح پیاسا ہی رہے۔ (تسدید القوس فی تلخیص مسند الفردوس)

علامہ امام جلال الدین سیوطی محاضرات ومحاورات میں نقل فرماتے ہیں۔

حصل بالکوفة جدری فی بعض السنین عمی فیہ الف و خمسمائة من ذریة من حضر وا قتل الحسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ (نور الابصار، ص ۱۵۲)

کہ کوفہ میں ایک سال چیچک ہوئی اس میں ڈیڑھ ہزار اولاد ان لوگوں کی اندھی ہوگئی، جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کیلئے گئے تھے۔

ابن عینیہ اپنی دادی ام ابی سے روایت فرماتے ہیں کہ دو آدمی جعفیین میں سے قتل حسین میں شریک تھے۔

قالت فاما احدھما فطال ذکرہ حتّٰی کان یلفہ و اما الأخر فکان یستقبل الروایة بفیہ حتی یا تی علیٰ اٰخرھا قال سفیان رایت ابن احد ھما و کان مجنونا (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۲۔ سر الشہادتین، ص ۳۲۔ صواعق محرقہ، ص ۱۹۳)

فرماتی ہیں ان میں سے ایک کا آلۂ تناسل تو اتنا لمبا ہوگیا کہ وہ اپنی کمر (یا گردن) پر (رسی کی طرح) لپیٹ لیتا اور دوسرے کو اس قدر پیاس لگتی کہ وہ پوری پکھال پی جاتا مگر اس کی پیاس نہ بجھتی یہاں تک کہ دوسری لائی جاتی (حضرت) سفیان فرماتے ہیں ان میں سے میں نے ایک کے بیٹے کو دیکھا کہ وہ پاگل تھا۔

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ کوفیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطوط لکھ کر بلایا اور جانی و مالی امداد کا یقین دلایا تھا لیکن بعد میں وہ بے وفا ہو گئے اور ان کی بے وفائی ہی حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت امام اور آپ کے اقربا اور اعوان و انصار کی شہادت کا سبب بنی۔ اس بے وفائی پر اکثر کوفی بہت زیادہ نادم تھے اور چاہتے تھے کسی طرح اس غلطی کی تلافی ہو جائے اور بدنامی کا داغ دھل جائے۔ چنانچہ ان توابین نے حضرت سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کی کہ خون حسین کا انتقام لیں گے۔

شروع میں تو حضرت سلیمان بن صرد کے ارد گرد بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے بعد میں ان میں سے اکثر ساتھ چھوڑ گئے اور مخلصین کی تعداد کم رہ گئی مگر یہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہے اور انہوں نے یہ طے کیا کہ سب سے پہلے شام جا کر ابن زیاد سے جنگ کی جائے بعد میں دوسرے لوگوں سے نپٹا جائے۔ یہ لوگ ابن زیاد کے مقابلے کیلئے نکلے۔ راستہ میں یہ لوگ کربلا میں حضرت امام کے مرقد منور پر حاضر ہوئے اور زاری و تضرع کے ساتھ توبہ و استغفار کے طالب ہوئے۔ جب یہاں سے روانہ ہو کر شام کے قریب پہنچے اور ابن زیاد کو اُن کے آنے کی خبریں ملیں تو اس نے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کیلئے بھیجا۔ مختصر یہ کہ جنگ ہوئی اور سلیمان کے ساتھیوں نے باوجود قلیل ہونے کے ہزاروں شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابن زیاد کی طرف سے برابر لشکر اور مدد پہنچتی رہی آخر حضرت سلیمان حصین بن نمیر کے ہاتھ قتل ہوئے اور اسی طرح اُن کے رفقاء بھی قتل ہوتے رہے اور چند باقی رہ گئے تھے وہ اپنی شکست یقینی سمجھ کر رات کے وقت بھاگ نکلے۔

پھر مختار بن عبیدہ ثقفی نے جو اپنے دل میں حُب جاہ رکھتا تھا خونِ حسین کا بدلہ لینے کیلئے علم بلند کیا اور اپنے آپ کو حضرت محمد بن حنفیہ کا خلیفہ ظاہر کر کے کہا کہ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں خونِ حسین کا بدلہ لوں۔ اس لئے لوگو میرا ساتھ دو، لوگوں نے اس پر اعتماد نہ کیا اور حضرت محمد بن حنفیہ سے اس کی تصدیق کی تو اگرچہ وہ مختار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے مگر انہوں نے فرمایا کہ بلاشبہ ہم پر خونِ حسین کا بدلہ لینا واجب ہے۔ اس سے لوگوں کو تسلی ہو گئی اور وہ مختار کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے اور یہ تحریک کافی زور پکڑ گئی۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے عبداللہ بن مطیع حاکم کوفہ تھے انہوں نے اس تحریک کو روکنے کی کافی کوشش کی۔ یہاں تک کہ چند بار لڑائی بھی ہوئی، لیکن ہر بار حاکم کوفہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ آخر ابن مطیع نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اپنی شکست کا اعتراف کر کے امان طلب کی۔ ان کو امان دے دی گئی۔ چنانچہ وہ بصرہ چلے گئے اور مختار کو عراق، کوفہ، خراسان اور ان کے اطراف و جوانب پر تسلط اور جملہ خزائنِ حکومت پر قبضہ حاصل ہو گیا، تو اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اور لوگوں سے اچھی طرح پیش آنے لگا اور کہا میں خلیفۃ المہدی ہوں۔

مختصر یہ ہے کہ اس نے لوگوں سے کہا مجھے ہر اس شخص کا پتہ بتاؤ جو ابن سعد کے لشکر میں تھا اور امام حسین کے مقابلے میں گیا تھا، جو ان کے قتل سے خوش ہوا تھا۔ لوگوں نے بتانا شروع کیا اور مختار نے ان کو مارنا اور سولی پر لٹکانا شروع کر دیا، اس طرح سیکڑوں آدمیوں کو مارا۔

عمرو بن سعد

ایک دن مختار نے اپنے دوستوں سے کہا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو ماروں گا، جس سے تمام مومنین اور ملائکہ مقربین بھی خوش ہونگے اس وقت اس کے پاس ہیثم بن اسود نخعی بیٹھا تھا وہ سمجھ گیا کہ مختار کا ارادہ عمرو بن سعد کو مارنے کا ہے۔ چنانچہ اُس نے ایک آدمی کو عمرو بن سعد کے بلانے کیلئے بھیجا۔ عمرو بن سعد نے اپنے بیٹے حفص کو بھیج دیا۔ جب وہ آیا تو مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا گھر میں ہے۔ مختار نے کہا اب 'رے' کی حکومت چھوڑ کر کیوں گھر بیٹھا ہوا ہے حضرت حسین کے قتل کے دِن کیوں نہ گھر بیٹھا۔ پھر اس نے اپنے خاص محافظ ابو عمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر لے آ۔ وہ گیا اور اسنے ابن سعد کو قتل کیا اور اسکا سر کاٹ کر اپنی قبا میں چھپا کر لے آیا اور مختار کے آگے لا کے رکھ دیا۔ مختار نے حفص سے کہا پہچانتے ہو یہ کس کا سر ہے؟ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا ہاں یہ میرے باپ کا سر ہے اور اب ان کے بعد زندگی میں کچھ مزا نہیں۔ مختار نے کہا سچ کہتے ہو، حکم دیا اس کو بھی قتل کردو۔ وہ بھی قتل ہوا۔ مختار نے کہا، عمرو کا سر حسین کے سر کا بدلہ ہے اور حفص کا سر علی بن حسین کے سر کا۔ اگر چہ یہ دونوں کے برابر نہیں ہوسکتے۔ خدا کی قسم! اگر میں ایک تہائی قریش کو بھی قتل کردوں تو وہ سب حسین کی ایک انگلی کے برابر بھی نہیں ہوسکتے۔

مختار نے ان دونوں سروں کو حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیا اور ساتھ لکھ بھیجا کہ جس جس پر مجھے قدرت حاصل ہوئی ہے اس کو میں نے قتل کردیا ہے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے اور جب تک میں اُن کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک نہ کردونگا، انکی تلاش سے باز نہ رہوں گا۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۲۷۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۴۹۔ البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۲۷۳)

امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن:۔

قال علی لعمر و بن سعد کیف انت اذا قسمت مقاما تخیر فیہ بین الجنۃ و النار فتختار النار (ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۴)

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے عمرو بن سعد سے فرمایا، اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایک ایسے مقام پر کھڑا ہوگا کہ تجھے جنت و دوزخ کے درمیان اختیار دیا جائے گا پس تو دوزخ ہی کو اختیار کرے گا۔

علامہ ابن کثیر امام واقدی کی نقل فرماتے ہیں کہ

کان سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جالسا ذات یوم اذ جاء غلام لہ و دمہ یسیل علی عقبیہ فقال لہٗ سعد من فعل بک ھذا؟ فقال ابنک عمر فقال سعد اللّٰھم اقتلہ و اسل دمہ و کان سعد مستجاب الدعوۃ (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۷۳)

ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے کہ آپ کا غلام اس حالت میں آیا کہ اس کی دونوں ایڑیوں پر خون بہہ رہا تھا حضرت سعد نے اس سے پوچھا، یہ کس نے تیرے ساتھ ایسا کیا ہے؟ اس نے کہا آپ کے بیٹے عمرو نے! حضرت سعد نے کہا اے اللہ اس کو قتل کرا اور اس کا بھی خون بہا اور حضرت سعد کی دعا قبول ہوتی تھی۔

خولی بن یزید

خولی وہ بدبخت انسان تھا جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کیا اور سرِ انور کو جسم اقدس سے جدا کیا تھا۔ اس بدبخت کی گرفتاری کیلئے مختار نے معاذ بن ہانی اور اپنے محافظِ خاص ابوعمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے آکر خولی کے مکان کا محاصرہ کرلیا اس بدبخت کو معلوم ہوا تو یہ اپنے مکان کے اندر ایک جگہ چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی ظاہر کردینا۔ معاذ نے ابوعمرہ سے کہا تم آواز دو۔ آواز سن کر خولی کی بیوی باہر نکلی۔ انہوں نے کہا تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے زبان سے تو کہا کہ مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے اور ہاتھ کے اِشارے سے اس کے چھپنے کا مقام بتادیا، یہ اس جگہ پہنچے اور اس کو گرفتار کرلیا۔ مختار کے سامنے پیش کیا گیا اس نے اس کے قتل اور جلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس بدبخت کو پہلے قتل کیا گیا اور پھر جلادیا گیا۔

ف! خولی کی بیوی عیف بنت مالک بن نہار حضرموت کی رہنے والی تھی جس دن سے خولی حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا سر لایا تھا، اس دن سے وہ اس کی دشمن ہوگئی تھی۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۲۷۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۷۲)

شمر ذی الجوشن

مسلم بن عبداللہ انصابی کہتا ہے کہ ہم شمر ذی الجوشن کے ہم راہ تیز رو گھوڑوں پر سوار ہوکر کوفہ سے نکلے۔ مختار کے غلام زربی نے ہمارا تعاقب کیا ہم نے بڑی تیزی سے اپنے گھوڑے دوڑائے لیکن زربی نے ہمیں آلیا اور شمر پر حملہ آور ہوا۔ شمر اس کے حملے کو روکتا رہا آخر شمر نے ایک ایسا وار کیا کہ اس کی کمر توڑ دی جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے کہا اگر یہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں اس کو اس طرح شمر پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔

شمر وہاں سے چل کر کوفہ اور بصرہ کے تقریباً درمیان دریا کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کلتانیہ میں پہنچا اور ایک دیہاتی مزدور کو بلا کر اس کو مار پیٹ کر مجبور کردیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر تک پہنچائے۔ اس خط پر یہ پتہ لکھا تھا۔ شمر ذی الجوشن کی طرف امیر مصعب بن زبیر کے نام۔ وہ مزدور اس خط کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بڑا گاؤں آباد تھا، اس میں پہنچ کر وہ مزدور اپنے ایک جاننے والے مزدور دوست سے ملا اور اس سے شمر کی سخت اور زیادتی کی شکایت کررہا تھا۔ اتفاق سے اسی گاؤں میں مختار کے محافظ دستے کا رئیس ابوعمرہ چند سپاہیوں کے ساتھ جنگی چوکی قائم کرنے کیلئے آیا ہوا تھا۔ عین اس وقت جب کہ وہ دونوں مزدور باتیں کررہے تھے مختار کا ایک سپاہی عبدالرحمٰن بن عبید وہاں سے گزرا، اس نے اس مزدور کے ہاتھ میں شمر کا وہ خط دیکھا اور پتہ پڑھ کر مزدور سے پوچھا کہ شمر کہاں ہے؟ مزدور نے بتادیا اس سپاہی نے فوراً آکر ابوعمرہ کو بتایا۔ یہ اسی وقت اپنے سپاہیوں کیساتھ اس کی طرف چلے۔ مسلم بن عبداللہ کہتا ہے میں نے شمر سے کہا ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہئے کیونکہ یہاں مجھے خوف سا محسوس ہوتا ہے۔ شمر نے کہا میں تین دن سے پہلے یہاں سے نہیں جاؤنگا اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں یہ خوف مختار کذاب کی وجہ سے محسوس ہورہا ہے اور

تم مرعوب ہوگئے ہو۔ چنانچہ رات کو میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر جاگ پڑا اور اپنی آنکھیں مل رہا تھا کہ اتنے میں انہوں نے آ کر تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا ہم اپنے گھوڑے وغیرہ چھوڑ کر پیدل ہی بھاگ نکلے اور وہ سب شمر پر ٹوٹ پڑے وہ کپڑے اور زرہ وغیرہ بھی نہ پہن سکا، ایک پرانی سی چادر اوڑھے ہوئے صرف نیزہ ہاتھ میں لے کر ان کا مقابلہ کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے تکبیر کی آواز کے ساتھ سنا کہ اللہ نے خبیث کو قتل کر دیا پھر اس کی لاشوں کو کتوں کیلئے پھینک دیا گیا۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۲۱۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۷۰)

مالک بن اعین الجہنی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن دباس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا اس نے قاتلان حسین میں سے چند آدمیوں کے نام مختار کو بتائے جن میں عبداللہ بن سید بن النزال الجہنی مالک بن النسیر البدی اور حمل بن مالک المحاربی بھی تھے اور یہ قادسیہ میں رہتے تھے۔ مختار نے اپنے سرداروں میں ایک سردار ابونمر مالک بن عمرو النہدی کو ان کی گرفتاری کیلئے بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر ان کو گرفتار کر لیا اور مختار کے سامنے لا کر پیش کیا، مختار نے ان سے کہا:۔

یا اعداء اللّٰہ و اعداء کتابہ و اعداء رسولہ و آل رسولہ ابن الحسین ابن علی ادو الی الحسین قتلتم من امرتم بالصّلوٰۃ علیہ فی الصلوٰۃ قالوا رحمک اللّٰہ بعثنا و نحن کارھون فامنن علینا و استقنا قال المختار فھلا مننتم علی الحسین ابن نبیکم و استبقیتموہ و اسقیتموہ ۔ الخ

اے اللہ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول اور آل رسول کے دشمنو! حسین ابن علی کہاں ہیں؟ میرے سامنے حسین کا حق ادا کرو۔ ظالمو! تم نے اس کو قتل کیا جس پر نماز میں تمہیں دُرود پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے ہمیں زبردستی بھیجا گیا تھا، حالانکہ ہم پسند نہیں کرتے تھے۔ اب ہم پر احسان فرمائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا، کیا تم نے اپنے نبی کے نواسے پر احسان کیا اور ان کو چھوڑا اور ان کو پانی پلایا؟

پھر مختار نے مالک البدی سے کہا تو نے ان کی ٹوپی اُتاری تھی؟ عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں اسی نے اتاری تھی۔ مختار نے حکم دیا اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ کر چھوڑ دو تا کہ یہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گی اور وہ تڑپ تڑپ کر مرا اور دوسرے دونوں یعنی عبداللہ الجہنی کو عبداللہ بن کامل نے اور حمل بن مالک المحاربی کو سعر بن ابی سعر نے مختار کے حکم سے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۲۴۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۳)

حکیم بن طفیل الطائی

اس نے کربلا میں حضرت عباس علمدار کے لباس اور اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور حضرت حسین کو تیر مارا تھا یہ کہا کرتا تھا کہ میرا تیر ان کے پائجامے میں لگا تھا جس سے ان کو کوئی ضرر نہ پہنچا تھا۔ مختار نے عبداللہ بن کو کامل کو اس کی گرفتاری کیلئے بھیجا۔ اس نے جا کر گرفتار کرلیا۔ حکیم کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس جا کر فریاد کی کہ اس کو چھڑائیں۔ مختار، عدی کی قدر اور احترام کرتا تھا۔ عدی مختار کے پاس برائے سفارش آئے۔ سپاہیوں کو راستہ میں معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن کامل سے کہا کہ مختار عدی کی سفارش قبول کرلیں گے اور یہ خبیث بچ جائے گا حالانکہ آپ اس کے جرم سے بخوبی واقف ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اس کو مختار کے پاس نہ لے جائیں اور قتل کردیں۔ اب کامل نے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس کو ایک مکان میں لے گئے اور کہا تو نے ابن علی کا لباس اُتارا تھا، ہم تیرا لباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کے سب کپڑے اتار دیے اور برہنہ کردیا پھر کہا تو نے حضرت حسین کو تیر مارا تھا، اب ہم تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں یہ کہہ کر تیروں سے اس کو ہلاک کردیا۔

ادھر عدی مختار کے پاس پہنچے مختار نے ان کا احترام کیا اور آنے کی غرض پوچھی۔ عدی نے بیان کی۔ مختار نے کہا ابوظریف تم قاتلانِ حسین کی سفارش کرتے ہو۔ عدی نے کہا اس پر جھوٹا الزام ہے۔ مختار نے کہا اگر یہ سچ ہے تو ہم اس کو چھوڑ دیں گے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ابن کامل نے آکر حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا تم نے اسکو میرے پاس لائے بغیر اتنی جلدی کیوں قتل کردیا۔ دیکھو یہ عدی اس کی سفارش کیلئے آئے ہیں اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ اس کی سفارش قبول کی جائے۔ ابن کامل نے کہا آپ کے شیعوں نے نہ مانا اور میں مجبور ہوگیا۔ عدی نے ابن کامل کو برا بھلا کہا۔ ابن کامل بھی جواب دینے لگے مگر مختار نے اس کو خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ عدی ناراض ہوکر گئے۔ (طبری، ج ۸، ص ۱۳۸۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۲۷۲)

ابوسعید الصیقل کہتے ہیں کہ سعر الحنفی نے مختار کو چند قاتلانِ حسین کا پتہ بتایا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو ان کی گرفتاری کیلئے بھیجا۔ اس نے ان میں سے زیاد بن مالک، عمران بن خالد، عبدالرحمٰن بن ابی خشکارۃ البجلی اور عبداللہ بن قیس الخولانی کو گرفتار کیا اور مختار کے پاس پیش کیا، مختار نے ان سے پوچھا:۔

یا قتلة الصالحین و قتله شید شباب اهل الجنة قد اقادالله منكم اليوم لقدجاء كم الورس بيوم نحس و كانو قد اصابوا من الورس الذى كان مع الحسين اخرجوهم الى السوق فضربوار قابهم ففعل ذلک بهم

(طبری، ج ۸، ص ۱۲۵۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۴)

اے صالحین اور جنت کے نوجوانوں کے سردار کے قاتلو! بے شک اللہ آج تم سے بدلہ لے گا بے شک وہ ورس آج تمہارے لئے بڑا منحوس دن لے کر آئی ہے وہ ورس جو حضرت حسین کیساتھ تھی جس پر انہوں نے قبضہ کیا تھا۔ مختار نے حکم دیا۔ سربازار ان کی گردنیں مارو۔ پس ان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔

زید بن رقاد

اس ظالم نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کے تیر مارا تھا، جوان کی پیشانی میں لگا تھا۔ انہوں نے اپنی پیشانی کو بچانے کیلئے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا مگر تیر ایسا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ پیوست ہوگیا اور جدا نہ ہوسکتا۔ اس وقت ان کی زبان سے نکلا اے اللہ جس طرح ان دشمنوں نے ہمیں حقیر و ذلیل کر کے قتل کیا ہے تو بھی ان کو ایسا ہی ذلیل کر کے قتل کر، پھر اسی ظالم نے ایک اور تیر مارا جو حضرت عبداللہ کے پیٹ میں لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ یہ بدبخت کہا کرتا تھا کہ میں اس نوجوان کے پاس آیا وہ تیر جو اس کے پیٹ میں لگا تھا تو وہ میں نے آسانی سے نکال لیا مگر وہ تیر جو پیشانی میں لگا تھا اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی تیر تو نکل آیا مگر پیکان نہ نکل سکتا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس بدبخت کی گرفتاری کیلئے بھیجا ابن کامل نے اپنے دستہ کے ساتھ آکر اس کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ یہ بدبخت زید بڑا بہادر آدمی تھا۔ تلوار لے کر مقابلہ کیلئے نکلا۔ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ ابن کامل نے کہا اس کو نیزہ یا تلوار سے نہ مارو بلکہ تیروں اور پتھروں سے ہلاک کردو۔ لوگوں نے اس قدر اس پر تیر برسائے اور پتھر مارے کہ وہ گر پڑا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر اس میں جان باقی ہو تو اس کو لاؤ۔ چونکہ اس میں ابھی جان تھی لوگ اس کو لائے۔ ابن کامل نے آگ منگوائی اور اس کو فنا فی النار کردیا۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۲۹۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۲۷۲)

عمرو بن صبیح

یہ بدبخت کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین کے رفقاء کو تیروں سے زخمی کیا تھا، کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ مختار نے آدھی رات کے وقت اس کی گرفتاری کیلئے پولیس کو بھیجا۔ یہ اس وقت اپنے مکان کی چھت پر اپنی تلوار تکیے کے نیچے رکھے بے خبر سو رہا تھا۔ پولیس نے چپکے سے چھت پر چڑھ کر اس کو پکڑ لیا اور اس کی تلوار پر بھی قبضہ کر لیا۔ کہنے لگا خدا اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کس قدر دُور ہوگئی ہے۔ پولیس نے اس کو مختار کے سامنے لاکر پیش کیا اس نے حکم دیا صبح تک اس کو قید میں رکھو جب صبح ہوئی دربار عام لگا اور بہت سے لوگ جمع ہوگئے تو اس کو لایا گیا اس نے بھرے دربار میں کہا اے گروہ کفار و فجار اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں یہ بات میرے لئے مسرت کا باعث ہوتی اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور اور کے ہاتھ سے قتل ہوتا کیوں کہ میں تم لوگوں کو بدترین خلائق سمجھتا ہوں کاش اس وقت بھی تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی اور میں تھوڑی دیر تک تمہارا مقابلہ کرتا اس کے بعد اس نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ابن کامل کی آنکھ پر مکا مارا۔ ابن کامل نے ہنس کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نیزوں سے زخمی کیا ہے، اب اسکے بارے میں آپ ہمیں حکم دیجئے۔ مختار نے کہا نیزے لاؤ اور اس کو نیزوں سے گھائل کر دو۔ چنانچہ اس کو نیزے مار مار کے ہلاک کر دیا گیا۔

(طبری، ج ۷، ص ۱۲۹۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۹۵)

موسیٰ بن عامر فرماتے ہیں:۔

ان المختار قال لهم اطلبوا الیٰ قتلة الحسين فانه لا يسوغ لی الطعام و الشراب حتی اطهر الارض منهم و انقی المصر منهم

(طبری، ج ۸، ص ۱۳۴)

بے شک مختار نے کہا قاتلان حسین کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ کیونکہ جب تک میں اُن کے ناپاک وجود سے پوری زمین اور شہر کو پاک نہ کردوں گا مجھے کھانا پینا اچھا نہیں لگتا۔

مختار کے اس جذبے اور خون حسین کے انتقام لینے کی وجہ سے عوام و خواص کثیر تعداد میں اس کے ساتھ اور اس کے معتقد ہوگئے تھے۔ مختار جب عمرو بن سعد، شمر ذی الجوشن اور خولی بن زیدی وغیرہ جیسے اشقیاء کے قتل سے فارغ ہوا تو اب اس کو ابن زیاد بدنہاد کی فکر ہوئی کیونکہ واقعہ کربلا کی یزید کے بعد سب سے زیادہ اس پر عائد ہوتی تھی۔ اس بدبخت کا وجود اس کو بہت زیادہ کھٹکتا تھا جب تک وہ اس کو ختم نہ کر لیتا اس کو کیسے چین آسکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ابراہیم بن مالک اشتر کو ایک زبردست اور تجربہ کار فوج کثیر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ادھر ابن زیاد کو بھی معلوم ہوا تو وہ بھی لشکر کثیر کے ساتھ مقابلہ کیلئے آیا۔ شہر موصل سے پانچ کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے پر دونوں لشکر کے درمیان خوب جنگ ہوئی۔ آخر شدید جنگ کے بعد ابن زیاد کے لشکر کو

شکست ہوئی شکست خوردہ لشکر مع ابن زیاد بھاگا۔ ابراہیم اشتر نے ان کا تعاقب کرنے اور ان کو مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابن زیاد کے بہت سے لوگ مارے گئے اور خود یہ بدنہاد بھی مارا گیا۔ ابراہیم نے اس کا سر جسم سے جدا کیا اور لاش کو جلا دیا ؎

وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے　　　اے خاک بتا زور عبید آج کہا ہے

جب ابن زیاد کا سر کوفہ میں آیا تو مختار نے دربار عام کیا اور ابن زیاد کے سر کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب سر پیش ہوا تو اتفاق سے اس دن بھی سنہ ۶۷ھ کا یوم عاشورہ تھا۔ مختار نے کوفیوں سے کہا دیکھو آج سے چھ سال پہلے اسی جگہ اس بدبخت کے سامنے حضرت حسین کا سر پیش ہوا تھا اور آج اس کا سر میرے سامنے رکھا ہے۔ میں نے خون حسین کا بدلہ لینے میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

ابن زیاد بدنہاد اور دیگر روساء کے سروں کو بہ طور نمائش کے ایک جگہ رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ پتلا سا سانپ آیا اور اس نے سب کے سروں کو دیکھا اور پھر ابن زیاد کے منہ میں داخل ہو کر ناک کے نتھنے سے اور ناک سے داخل ہو کر منہ سے نکلا اور کئی مرتبہ ایسا کیا۔ چنانچہ حضرت عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ

لما جیئ براس عبید اللّٰہ بن زیاد واصحابہ نضدت فی المسجد فی الرحبۃ فانتھیت الیھم و ھم یقولون قد جاء ت قد جاء ت فاذاحیۃ قد جاء ت تخلل الروس حتی دخلت فی منخری عبید اللّٰہ بن زیاد فمکثت ھنیھۃ ثم خرجت فذھبت حتی تغیبت ثم قالو قدجاء ت قد جاء ت ففعلت ذلک مرتین او ثلاثا ھذا حدیث حسن صحیح (ترمذی شریف باب المناقب)

جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو مسجد کے میدان میں ترتیب سے رکھے گئے میں جب ان کے قریب پہنچا تو وہاں جو لوگ تھے وہ کہہ رہے تھے وہ آ گیا وہ آ گیا تو اچانک ایک سانپ آیا اور وہ سروں میں پھرنے لگا۔ حتیٰ کہ عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا اور تھوڑی سی دیر ٹھہر کر پھر نکلا اور چلا گیا یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا۔ پھر لوگ کہنے لگے وہ آ گیا وہ آ گیا پس اس سانپ نے اسی طرح دو تین بار کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ

قالت مرجانۃ لا بنھا عبید اللّٰہ ابن بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تری واللّٰہ الجنۃ ابدا (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۷، ابن اثیر، ج ۳، ص ۱۰۳)

حضرت حسین کی شہادت کے بعد مرجانہ (ابن زیاد کی ماں) نے اپنے بیٹے عبیداللہ سے کہا، او خبیث تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کیا ہے خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت کو نہیں دیکھے گا۔

ابن زیاد کے قتل کے وقت ابن مفرغ نے یہ اشعار کہے ۔

ان المنايا اذا ما زرن طاغية　　　هتكن استار حجاب و ابواب

جب موتیں کسی ظالم و جابر کے پاس آتی ہیں تو وہ حجابوں اور دروازوں کے پردے چاک کر دیتی ہے یعنی رُسوا کر دیتی ہیں۔

اقول بعد او سحقا عند مصرعه　　　لا بن الخبيثة و ابن الكودن الكابى

میں اس خبیثہ کے بچے اور اس فرومایہ و ناکس کے بچے کی موت کے وقت کہتا ہوں کہ شکر ہے وہ ہلاک ہوا۔

لا تقبل الارض موتاهم اذا قبرو　　　و كيف تقبل رجسا بين الثواب

تو (ان بدبختوں میں سے ہے) جن کے مردوں کو دفن کے وقت زمین بھی قبول نہیں کرتی

اور ملبوس نجاست و غلاظت کو کیسے قبول کرے۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۰۳)

و ما كان جيش يجمع الخمر والزنا　　　محلا اذا لا فى العدو لينصرا

وہ لشکر جو اپنے قیام کے دوران شراب نوشی اور زنا کو جمع کرے وہ طاقت ور دشمن کے مقابلے میں

فتح مند نہیں ہو سکتا۔ (ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۰۴)

گندم از گندم بروید جو ز جو　　　از مکافات عمل غافل مشو

حقیقت یہ ہے کہ مختار نے شہدائے کربلا کے مقدس خون کا خوب بدلہ لیا۔ ہزاروں دشمنان اہل بیت کو تہ تیغ کیا اور چن چن کر واصل بہ جہنم کے اور کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی۔ یہاں تک کہ شمر ملعون جو ایک روایت کے مطابق اس کا بہنوئی تھا اور شمر کا بیٹا جو اس کا بھانجا تھا اس کی گردن مارنے کا بھی حکم دیا۔ جب اس نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ تو معرکۂ کربلا میں شریک ہی نہ تھا میرا کیا قصور ہے؟ تو مختار نے کہا بے شک تو شریک نہ تھا مگر تو فخر کیا کرتا تھا کہ میرے باپ نے حسینؑ کو قتل کیا ہے۔

مختار کا دعوئ نبوّت

مختار نے قاتلان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو شاندار کردار ادا کیا تھا، افسوس کہ وہ اس عظیم نیکی کو اپنے حق میں قائم نہ رکھ سکا اور اس پر شقاوت ازلی غالب ہوئی اور اُس نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریل امین وحی لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ میں حلول کیا ہے (معاذ اللہ) اور اس کے کذاب ہونے کی خبر حضور اکرم عالمِ ماکان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی کہ **سیکون فی ثقیب کذاب و مبیر** بیشک عنقریب ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاک کرنے والا ہوگا چنانچہ ترمذی شریف میں تو باب **ماجاء فی ثقیف کذاب و مبیر** قائم ہے اور صحیح مسلم شریف میں بھی حدیث موجود ہے شارحین حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ ثقیف کے کذاب سے مراد مختار اور مبیر سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔ حضرت ابوبکر بن شیبہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مختار کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے فرمایا سچ کہتا ہے پھر یہ آیت پڑھی **اِنّ الشیاطین لیحونَ اِلی اَولیاءِ ھم** کہ بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کیا کرتا ہے۔ کذا فی عقد الفرید

مختار نے احنف بن قیس کو خط لکھا کہ تم اپنی قوم کو دوزخ کی طرف لیے جارہے ہو۔ جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ **وقد بلغنی انکم تکذبونی فان کذبت فقد کذبت رسل من قبلی ولست بخیر منھم** اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم لوگ میری تکذیب کرتے ہو تو اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو مجھ سے پہلے رسولوں کی بھی تو تکذیب کی گئی ہے اور میں ان سے بہتر نہیں۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۳۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۷۵)

عیسیٰ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر (حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مختار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کو دیکھا کہ کعبۃ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے مختار پر لعنت کر رہے تھے ایک شخص نے ان سے کہا اللہ مجھے آپ پر نثار کرے آپ اس شخص پر لعنت کر رہے ہیں جو آپ ہی لوگوں کے معاملے میں ذبح کیا گیا آپ نے فرمایا **اِنّہ کان کذّابا یکذب علی اللہ وعلیٰ رسولہ** بلاشبہ وہ کذاب تھا کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۱۳)

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

و فی ایام الزّبیر کان خروج المختار الکذاب الذی ادعی النبوۃ فجھز ابن الزبیر لقتالہ الی ان ظفر بہ فی سنۃ سبع و ستین و قتلہ لعنۃ اللّٰہ (تاریخ الخلفاء، ص۸۲)

اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے ایام میں مختار کذاب نے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، خروج کیا تو ابن زبیر نے اس کے مقابلہ کیلئے ۶۷ھ میں لشکر تیار کر کے بھیجا جس نے اس ملعون کو شکست دے کر قتل کیا۔

ساحل کو دیکھ دیکھ کے یوں مطمئن نہ ہو ۔۔۔ کتنے سفینے ڈوبے ہیں ساحل کے پاس بھی

بعض لوگ جب اس قسم کی کوئی بات سنتے یا پڑھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے دشمنوں سے انتقام لینے کیلئے منتخب کیا وہ گمراہ، کذّاب اور ملعون کیسے ہو سکتا ہے؟ ملعون و کذّاب کو بھی کیا ایسا شاندار کارنامہ ادا کرنے کی توفیق حاصل ہو سکتی ہے؟ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہونا شرعاً یا عقلاً کسی طرح بھی محال اور ناممکن نہیں۔ دیکھئے ابلیس لعین کتنا بڑا عابد و زاہد اور عالم و فاضل تھا، بالآخر ملعون ہو گیا۔ بلعم بن باعورہ کا واقعہ دیکھ لیجئے، کیسا عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات تھا، آخر قعرِ مذلّت میں گر گیا اور کتے کی شکل میں دوزخ میں جائے گا۔ اسی طرح بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شاندار کارنامے انجام دیے اور آخر قسمت کی بدنصیبی کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہوئے۔

یہ ناچیز مؤلف عرض کرتا ہے کہ جہاں تک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحق کے انتقام کا تعلق ہے اگر آپ گزشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن ذکریا کے قتل کے عوض ستّر ہزار افراد مارے تھے اور تمہارے نواسے کے عوض ان سے دوگنا ماروں گا، تو تاریخ شاہد ہے کہ حضرت یحییٰ بن ذکریا کے خون ناحق کا بدلہ لینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بخت نصر جیسے ظالم، بدترین خلائق کو مقرر فرمایا، جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اسی طرح حضرت امام کے خون ناحق کا بدلہ لینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی جیسا کذّاب بدترین خلق مقرر فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ کَذٰلِکَ نُوَلِّی بَعضَ الظّٰلِمِینَ بَعضًا بِمَا کَانُوا یَکسِبُون (قرآن) اور اسی طرح ہم مسلّط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض (ظالموں) پر بوجہ ان (کرتوتوں) کے جو وہ کرتے رہتے تھے یعنی ظالموں کو ہی ظالموں پر مسلط کر کے پھر ظالموں کے ہاتھوں سے ظالموں کو ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کرتے ہیں۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے۔

و ما من یدا لا ید اللّٰہ فوقھا ۔۔۔ ولا الظالم الا سیبلی بظالم

اور نہیں ہے کوئی ہاتھ یعنی کوئی طاقت مگر اس کے اوپر اللہ کا ہاتھ یعنی اللہ کی طاقت ہے

اور نہیں ہے کوئی ظالم مگر وہ کسی دوسرے ظالم کے سبب رنج و مصیبت میں مبتلا ہوگا۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان اللّٰہ لیؤید ھذاالدین بالرجل الفاجر (سراج منیر شرح جامع صغیر، ج۱، ص۳۷۱)

بے شک اللہ اس دینِ اسلام کی مدد فاجر یعنی بدکار آدمی کے ذریعہ سے بھی کرا لیتا ہے۔

فضیلت عاشورہ

عاشورا، عشر سے مشتق ہے اور عشر کے معنیٰ دس عدد کے ہیں۔ عاشورا سے مراد ماہ محرم کا دسواں دِن ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اس دن کو عاشورا اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے دس نبیوں پر دس کرامتوں کا اِنعام فرمایا ہے:۔

اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام (۱) کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام (۲) کی کشتی کوہِ جودی پر رُکی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام (۳) کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون غرق ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) کی ولادت ہوئی اور اسی دِن وہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام (۵) کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی اور اسی دن ان کی اُمت کا قصور معاف ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام (۶) کنوئیں سے نکالے گئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام (۷) کو مشہور بیماری سے صحت حاصل ہوئی۔ حضرت ادریس علیہ السلام (۸) آسمان پر اٹھائے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام (۹) کی ولادت ہوئی اور اسی دن ان پر آگ گلزار ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام (۱۰) کو ملک عطا ہوا۔

علاوہ ازیں اور بھی انعامات وکرامات اور واقعات اس دن میں ہوے جو شارحین حدیث اور علماء تاریخ وسیر نے نقل فرمائے ہیں۔ ثابت ہوا کہ یوم عاشورہ واقعۂ کربلا سے پہلے بھی مکرم و معظم دِن سمجھا جاتا تھا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت بھی ۱۰ محرم دِن بروز جمعہ یوم عاشوراہی آئے گی۔ (غنیۃ الطالبین ملخصاً)

اعمال عاشورا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

امر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بصوم عاشوراء یوم العاشر (ترمذی شریف)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورا (محرم) کے دسویں دِن کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

عاشورہ محرم کے روزے کی بہت فضیلت اور اجر وثواب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

فضل الصیام بعد رمضان شہر اللّٰہ المحرم (مسلم شریف)

کہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

ما رایت النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علیٰ غیرہ الاھذا یوم عاشوراء (بخاری ومسلم)

کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ آپ کسی دن کے روزے کو دوسرے دِنوں پر فضیلت دے کر تلاش کرتے ہوں۔ سوائے یوم عاشورہ کے۔ عاشورے کے روزے سے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وصیام یوم عاشوراء احتسب علی اللّٰہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ (مسلم شریف)

یوم عاشورہ کا روزہ میں اللہ کے فضل وکرم سے اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ اس کو گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے۔

اور علماء نے لکھا ہے کہ اس دن وحشی جانور بھی روزہ رکھتے ہیں۔

ف...... چونکہ اس دن یہود بھی روزہ رکھتے تھے اس لئے کہ اس دن ان کو ان کے دشمن ظالم فرعون سے نجات ملی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہود کی مخالفت کرو اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ تنہا دسویں کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ نویں کا بھی رکھا جائے یعنی دو روزے رکھے جائیں تا کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ رہے اور نویں کے روزے کے بارے میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من صام اوّل جمعة من المحرم غفر له‘ ما تقدم من ذنبه و من صام ثلا ثلة ایام من المحرم الخمسین و الجمعة و السّبت کتب اللّٰه له عبادة تسعمائة عام (نزھۃ المجالس، ج ا، ص ۱۷۶)

جو محرم کے پہلے جمعۃ المبارک کا روزہ رکھے اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جو محرم کے تین دِن یعنی جمعرات، جمعہ، ہفتہ کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کیلئے نو سال کی عبادت (کا ثواب) لکھ دیتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صام ایام العشر الی عاشوراء اورث الفردوس الاعلیٰ (نزھۃ المجالس، ج ا، ص ۱۷۷)

جو محرم کے پہلے دس دِنوں کے روزے رکھے وہ فردوس اعلیٰ کا وارث ہو جاتا ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام والمسلمین قطب الاقطاب حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے عاشورے کے روزے کی فضیلت کے بارے میں فرمایا:

کہ در روزۂ عاشورا آھوان دشتی بدوستی خاندان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فرزندان خود را شیر نمید هند پس چرا باشد که روزه را نگاه ندارند (راحت القلوب، ص ۵۸)

کہ عاشورا کے روزے میں جنگل کی ہرنیاں بھی خاندانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوستی کے سبب اپنے بچوں کو دودھ نہیں دیتیں پس کیوں اِس روزے کو چھوڑا جائے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی یوم عاشوراء اربع رکعات یقرء فی کل رکعة فاتحة الکتاب و قل هو اللّٰه احمد احدی عشرة مرة غفر اللّٰه له‘ ذنوب خمسین عاما و بنی له منبرا من نور (نزھۃ المجالس، ج ا، ص ۱۷۸)

جو عاشورے کے دن چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کیلئے نور کا منبر بناتا ہے۔

اور فرمایا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

من وسع علیٰ عیالهٖ و اهلهٖ یوم عاشوراء وسع اللّٰه علیه سائر سنة (تبیّنی نزھۃ المجالس، ج ا، ص ۱۷۸)

جو عاشورے کے دِن اپنے اہل و عیال پر وسعت کرے (طعام وغیرہ کی) اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرماتا ہے۔

مصر میں ایک شخص تھا جس کے پاس ایک کپڑے کے سوا کچھ نہ تھا اس نے عاشورے کے دن مسجد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں صبح کی نماز پڑھی وہاں قاعدہ یہ تھا کہ عاشورہ کے دن عورتیں اس مسجد میں دعا کرنے کیلئے جایا کرتی تھیں تو ایک عورت نے اس شخص سے کہا کہ لِلّٰہ مجھے کچھ میرے بال بچوں کیلئے دو۔ اس شخص نے کہا اچھا میرے ساتھ چلو۔ گھر جا کر وہ کپڑا اُتارا اور دروازے کی دراز سے اس عورت کو دے دیا، اس عورت نے دعا دی کہ اللہ تجھے جنّت کے حلّے پہنائے۔

فرأى تلك الليلة في المنام حوراء جميلة و معهاتفاحة لها رائحة طيبة مسكرتها فوجد فيها حلة فقال لها من انت قالت انا عاشوراء زوجتك في الجنة فاستيقظ فوجد البيت قد فاح فيه ريح طيبة فتوضاء وصلى ركعتين و قال اللهم ان كانت زوجي حقا في الجنة في قبضني اليك فاستجاب الله دعاؤه و مات في الحال (نزھۃ المجالس، ج ۱، ص ۱۷۸)

اسی رات اس شخص نے خواب میں ایک نہایت خوب صورت حور دیکھی جس کے پاس ایک خوشبودار سیب تھا اس نے سیب کو توڑا تو اس میں ایک حلّہ پایا۔ اس شخص نے اس حور سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں عاشورا ہوں جنّت میں تیری زوجہ! پھر وہ شخص جاگ پڑا اور سارے گھر کو خوشبو سے مہکتا پایا۔ وُضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور دعا کی اے اللہ اگر واقعی وہ جنت میں میری زوجہ ہے تو میری روح قبض کر لے اور مجھے اسکے پاس پہنچا دے۔ اللہ نے اس کی دعا قبول کی اور وہ اسی وقت مر گیا ۔

پہنچا مریض اپنے مسیحا کے پاس

امام عبداللہ یافعی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ شہرِ رَے (تہران) میں ایک بڑا امیر قاضی تھا، اس کے پاس عاشورے کے دن ایک فقیر آیا اور اس نے قاضی سے کہا، اللہ آپ کو عزّت دے، میں ایک فقیر اہل و عیال والا ہوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اس دن کی حرمت و عزّت کے صدقہ میں مجھے دَس من آٹا، پانچ من گوشت اور دو دِرہم دے۔ قاضی نے ظہر کے وقت دینے کا وعدہ کیا، وہ فقیر ظہر کے وقت آیا۔ قاضی نے کہا عصر کے وقت دوں گا۔ جب عصر کا وقت آیا تو اس نے فقیر کو ٹال دیا اور کچھ بھی نہ دیا۔ فقیر شکستہ دِل ہو کر چلا۔ راستہ میں ایک نصرانی اپنے مکان کے دروازے میں بیٹھا ہوا تھا۔ فقیر نے اس سے کہا اس دِن کی عزّت و حرمت کے صدقہ میں مجھے کچھ عطا کیجئے۔ نصرانی نے کہا، اس دن کی خصوصیات کیا ہے؟ فقیر نے اس دن کی عزت و حرمت بیان کی (اور بتایا کہ یہ دن فرزند رسول دل بند بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا دن ہے) نصرانی نے فقیر سے کہا کہ تم نے اپنی حاجت کے سلسلے میں بہت بڑے عظیم دن کی حرمت کا واسطہ اور قسم دی ہے لٰہذا اپنی حاجت بیان کرو۔ فقیر نے وہی آٹے گوشت اور دِرہموں کا سوال کیا۔ نصرانی نے دس بوری گندم، اڑھائی من گوشت اور بیس درہم دے کر کہا کہ یہ تیرے اور تیرے عیال کیلئے ہے اور جب تک میں زندہ ہوں اس ماہ کے اس دن کی کرامت کی وجہ سے ہر سال اتنا لے جایا کرو۔ فقیر یہ سب کچھ لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ جب رات ہوئی اور وہ قاضی سویا تو اس نے خواب میں ہاتف غیبی سے سنا کہ اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھو! قاضی نے سر اٹھا کر دیکھا تو دو محل تھے، ایک کی دیواریں سونے چاندی کی تھیں اور دوسرا سرخ یاقوت کا۔ قاضی نے کہا، یاالٰہی یہ دونوں محل کس کے ہیں؟

فقيل له' هذان كانا لک لو قضيت حاجة الفقير فلمّا روته صارافلان النّصرانی فانتبه القاضی مرعو با ينادی بالويل والثبور فقد الی النصرانی فقال له ما ذا فعلت البارحة من الخير فقال له' وكيف ذٰلک فذكر له الرؤياء ثم قال له بعنی الجميل الذی عملته مع الفقير بمائة الف فقال له النصرانی انی لا اربيع ذٰلک بماء الارض كلها ما احسن المعاملة مع هذا الرب الكريم اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمّد رسول اللّٰه و ان دينه هو الحق (روض الریاحین، ص ۱۵۱)

اس کو کہا گیا یہ دونوں تیرے لئے تھے اگر تو فقیر کی حاجت پوری کر دیتا۔ پس جب تو نے اس کو رد کیا تو اب یہ دونوں محل فلاں نصرانی کے ہو گئے ہیں۔ قاضی گھبرا کر نیند سے چونک پڑا اور ہائے وائے کرنے لگا۔ صبح کو نصرانی کے پاس آ کر کہا تو نے گزشتہ رات کیا نیکی کی ہے؟ اس نے وجہ سوال پوچھی۔ قاضی نے اپنا خواب بتایا اور کہا کہ تو نے اپنی اس اچھی نیکی جو تو نے فقیر کے ساتھ کی ہے میرے ساتھ سو ہزار درہم کے عوض بیچ دے۔ نصرانی نے کہا اگر کوئی زمین بھر درہم بھی دے تب بھی اس میں اس کو نہ بیچوں گا یہ کتنا اچھا معاملہ رب کریم کے ساتھ ہوا ہے یہ کہہ کر وہ نصرانی کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہا بلا شبہ یہ دین سچا ہے۔

ایک شخص نے بعض علماء سے سنا کہ اگر کوئی عاشورہ کے دن ایک درہم صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کو ایک ہزار دینار دے گا اس شخص نے سات درہم صدقہ کیے تھے۔ ایک سال کے بعد پھر کسی عالم سے سنا تو کہنے لگا یہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے سات درہم صدقہ کیے تھے ایک سال ہو گیا ہے مجھے تو اس کے بدلے میں ایک کوڑی بھی نہیں ملی یہ کہہ کر چلا گیا۔ رات کو اس کے دروازہ پر کسی نے آواز دی وہ باہر آیا تو آواز دینے والے نے کہا، اے جھوٹے یہ لے سات ہزار درہم اگر تو قیامت تک صبر کرتا تو نہ معلوم کتنی جزا پاتا۔ (روض الافکار)

ان روایت سے ثابت ہوا کہ عاشورا کے دن روزہ رکھا، صدقہ و خیرات کرنا، نوافل پڑھنا اور ذکر و اذکار وغیرہ کرنا بہت ہی فضیلت اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا کہ اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نواسا اور جنت کے خزانوں کا سردار بھی اسی برگزیدہ اور مبارک دن میں شہادت عظمیٰ کا مرتبہ حاصل کرے۔

﴾چودھویں صدی کے اس پُرفتن دَور میں دشمنانِ اہل بیت خوارج نے اہل بیت رسول سے اپنے بغض وعناد، عداوت اور خبثِ باطن کے اِظہار میں اس قدر زیادتی کردی ہے کہ خدا کی پناہ! امّت میں فتنہ وفساد اور انتشار وافتراق پھیلانے والے اس گروہِ شریر نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ دس محرم یوم عاشورا غم حسین منانے کا دن نہیں بلکہ خوشی کا دن ہے اور ایسی فضیلت کا دن ہے کہ اس میں شادیاں کرنی چاہئیں۔ چنانچہ سننے میں آیا ہے کہ اس گروہ بد نے اس پر عمل کرتے ہوئے اس دن شادیاں رچانی شروع کردی ہیں۔ یقیناً یہ اہل بیت رسول کا بغض نہیں تو اور کیا ہے؟ فضیلت عاشورا اور اعمال عاشورا کے عنوانات کے تحت جلیل القدر بزرگوں کی روایات اور حوالے آپ کی نظر سے گزرے ہیں۔ کوئی مسلمان جس کے دل میں آلِ رسول کی تھوڑی سے محبت اور تعظیم بھی ہوگی، وہ اہل بیت رسول پر ہونے والے مصائب پڑھ کر یا سن کر انسانیت ہی کے ناتے مغموم ضرور ہوگا اور یزیدی ظلم وستم پر افسوس بھی کرے گا اور ایسے عظیم سانحے کے دن میں وہ اگر ان کی یاد میں فاتحہ و قرآن خوانی یا صدقہ وخیرات وغیرہ سے ایصال ثواب نہ بھی کرے تو کم از کم کوئی ایسا کام بھی نہیں کرے گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ اسے اس سانحے سے کوئی خوشی پہنچی ہے پڑوس میں عزیز واقارب میں کوئی حادثہ ہوجائے تو خواہ کتنی فضیلت والا دِن کیوں نہ ہو ایسی تقاریب ملتوی کردی جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت داروں کی محبت تو ہم پر واجب ہے۔ محبوب کے غم پر خوشی یقیناً اچھا فعل نہیں۔ جولوگ ایسا کرتے ہیں انہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آل رسول پر ہونے والے ظلم وستم سے جو لوگ خوش ہوئے ان کا انجام اس دنیا میں بھی برا ہوا اور آخرت کا عذاب ابھی باقی ہے۔ یوم عاشورا کو شادیاں رچانا بغض اہل بیت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی بے ادبی اور گستاخی سے اپنی پناہ میں رکھے۔﴿ کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

یاد رکھئے! اس دن میں حضرت امام پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو مصائب وآلام آئے وہ ان کے درجات کی بلندی اور مقام کی رفعت کا سبب بنے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اُن کی بے مثال قربانی سے جو انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی بقا کیلئے دی اور فسق وفجور کے خلاف حق وصداقت کی آواز بلند کی اور لرزا دینے والے مصائب کے باوجود بھی حق پر ثابت قدم رہے۔ سبق اور عبرت حاصل کریں اور حق وصداقت پر قائم رہنے اور اللہ کی رضا اور اسلام کی بقا کیلئے قربانی دینا اپنا شیوہ وطریقہ بنائیں اور اس دن میں نیکی وبھلائی میں کثرت کریں اور ایسے اقوال وافعال سے اجتناب کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔ البتہ ان کی شہادت اور ان پر آنے والے آلام ومصائب کے ذکر کے وقت اگر درد ومحبت کے سبب آنسو آجائیں اور گریہ طاری ہوجائے تو یہ محمود اور مستحسن ہے اور عین سعادت ہے۔ لیکن سینہ کوبی وغیرہ نہ کرنا چاہئے یہ ناجائز اور حرام ہے۔

ذکر شہادت پر آنسو بہانا

شروع صفحات میں احادیث گزر چکی ہیں کہ جب جبریل امین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی تو آپ نے یہ خبر سن کر آنسو بہائے [1] اور شہادت کے روز بھی امّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا، میں ابھی اپنے بیٹے حسین کی شہادت گاہ میں گیا تھا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اقدس کو کس قدر رنج و غم پہنچا ہوگا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب سفر صفین سے واپسی کے موقع پر زمینِ کربلا سے گزرے تھے تو آپ نے بھی روتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس میدان میں کتنے جوانانِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہوں گے اور ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔ شہادت کے وقت بھی زمین و آسمان کا خون کے آنسو رونا اور جنّوں کا نوحہ کرنا اور مرثیہ خوانی کرنا ذِکر شہادت میں بیان ہوا ہے۔ علاوہ ازیں تین روز تک دنیا کا تاریک ہوجانا اور آسمان کا سرخ ہوجانا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ واقعہ اس قدر دردانگیز اور الم ناک تھا جس نے ہر ایک کو تڑپا کے رکھ دیا تھا۔

قطب الاقطاب، غوث الثقلین، محبوب سبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کتاب غنیۃ الطالبین میں ہے:۔

عن خمرة بن الزيات قال رايت النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم و ابراهيم الخليل عليه السلام في المنام يصليان على قبر الحسين بن على

حضرت حمزہ بن زیات فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ دونوں حضرت حسین بن علی کی قبر پر نماز (جنازہ) پڑھ رہے ہیں۔

اور اسی میں ہے کہ حضرت اسامہ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

هبط على قبر الحسين بن على رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه يوم اصيب سبعون الف ملک يبكون عليه الیٰ يوم القيامة (غنیۃ الطالبین، ص ۴۳۰)

جس دن حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اس دن سے ستّر ہزار فرشتے ان کی قبر پر اترے ہیں جو ان پر قیامت تک روتے رہیں گے۔

([1] رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہادتِ حسین سے تقریباً ۵۷ برس قبل صرف خبر شہادت سن کر اس کے تصوّر ہی سے اشکبار ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ شہادت کے ذکر پر بغیر بناوٹ و تصنّع کے درد و محبت سے صرف آنسو بہانا آپ کی سنّت اور باعث اجر و ثواب ہے۔)

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں ماہ محرم شریف ۶۵۶ھ میں سلطان المشائخ، شیخ الشیوخ العالم، برہان الحقیقۃ، سیّد العابدین، بدر العارفین، عمدۃ الابرار قدوۃ الاخیار، تاج الاصفیاء سراج الاولیاء، برہان الشرع والدین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے عاشورا کے عشرہ متبرکہ کی فضیلت میں فرمایا:۔

دریں عشرہ در چیز دیگر مشغول نمی باید شد مگر در اطاعت و تلاوت و دعا و نماز کہ آمدہ است مشغول گردوانیرا کہ دریں عشرہ قہر میرود و رحمت بسیار نازل میشود۔۔ بعد ازاں فر بود کہ نمیدانی دریں عشرہ برسرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہ گذشتہ و فرزندانِ اورا چگونہ زار زار کشتہ اند وبعضے در تشنگی ہلاک شدہ اند کہ قطرہ آب آں بدبختاں بداں خداوند زادگان ندادند چوں شیخ الاسلام دریں سخن رسیدہ نعرہ بزد و بیفتاد چوں بہ ہوش باز آمد گفت زہی سنگدلان وزہی کافران و بے عاقبتان و بے سعادتان و نامہربان کہ دائم و قائم میدانند کہ ایشاں فرزندان بادشاہ دین و دنیا و آخرت اندوزار زاری کشتند ایں قدر بخاطر ایں ہانمیگزرد کہ فردائے قیامت برخواجۂ عالم چہ خواہیم نمود۔

(راحۃ القلوب، ص ۵۷)

اس عشرہ میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہئے سوائے اطاعت، تلاوت دعا و نماز وغیرہ کے اس واسطے کہ اس عشرہ میں قہر الٰہی بھی ہوا ہے اور بہت رحمت الٰہی بھی نازل ہوتی ہے بعد ازاں فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس عشرہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا گزری؟ اور آپ کے فرزندوں کو کس طرح بے رحمی سے شہید کیا گیا۔ بعض پیاس کی حالت میں ہلاک ہوئے کہ ان بدبختوں نے ان اللہ کے پیاروں کو پانی کا ایک قطرہ تک نہ دیا جب شیخ الاسلام نے یہ بات فرمائی تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو فرمایا کیسے سنگ دل، کافر بے عاقبت، بے سعادت اور نامہربان تھے حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ دین و دنیا اور آخرت کے بادشاہ کے فرزند ہیں پھر بھی انہیں بڑی بے رحمی سے شہید کیا اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ کل قیامت کے دن حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔

حضرت خواجہ امیر خسرو نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ محرم کی ۵، تاریخ کو سلطان الاولیاء، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔

دوران ارشادات حضرت خواجہ نے آب دیدہ ہوکر فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر گوشوں کا حال سب کو معلوم ہے کہ ظالموں نے ان کو دشت کربلا میں کس طرح بھوکا پیاسا شہید کیا۔ پھر فرمایا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن سارا جہان تیرہ و تار ہوگیا، بجلی چمکنے لگی، آسمان اور زمین جنبش کرنے لگے، فرشتے عقب میں تھے اور بار بار (حق تعالیٰ سے) اجازت طلب کرتے تھے کہ حکم ہو تو تمام ایذاء دہندوں کو ملیا میٹ کردیں۔ حکم ہوتا کہ تمہیں اس کے کچھ واسطہ نہیں ہے، تقدیر یوں ہی ہے، میں جانوں اور میرے دوست، تمہارا اس میں دخل نہیں۔

میان عاشق و معشوق رمزیست　　　کراماً کاتبین راہم خبر نیست

میں قیامت کے دن ان ظالموں کے بارے میں انہیں (اپنے دوست) سے فیصلہ کراؤں گا جو کچھ وہ کہیں گے اسی کے مطابق ہوگا۔ (افضل الفوائد، ترجمہ اُردو، ص ۷۵)

مجالس محرم کا انعقاد اور ایصال ثواب کی نیّت سے نذر و نیاز کرنا سبیل لگانا اور شربت دودھ وغیرہ پلانا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میری ماں فوت ہوگئی ہے۔

فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بئرا و قال هٰذه لام سعد (ابوداؤد شریف کتاب الزکوۃ)

تو کون سا صدقہ افضل ہے (جو ماں کیلئے کروں) فرمایا پانی، تو انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔

اس حدیث میں یہ الفاظ هٰذِہٖ لِاُمِّ سَعد کہ یہ کنواں سعد کی ماں کیلئے ہے۔ یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا گیا ہے اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ و خیرات کی جائے اگر اس صدقہ اور خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر اس کا نام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے ہے یا یہ کھانا یا یہ نیاز صحابۂ کبار یا اہل بیت اطہار یا حضرت غوثِ اعظم یا حضرت خواجہ غریب نواز کیلئے ہے تو ہرگز ہرگز اس سبیل کا پانی اور وہ کھانا و نیاز وغیرہ حرام نہ ہوگا۔ ورنہ پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اس کنویں کا پانی بھی حرام تھا جس کنویں کے پانی کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔ اس کنویں کا پانی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اہل مدینہ کے نزدیک حلال وطیب ہے تو جس سبیل کے پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے ہے یا یہ نیاز وغیرہ فلاں کیلئے ہے تو وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حلال وطیب ہے۔

مذہب حنفی کی معتبر و مشہور کتاب ہدایہ شریف میں ہے کہ

ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیر صلوٰتا صوما او غیرها عند اهل السنّة و الجماعة

بے شک انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز کا ہو یا روزہ کا ہو یا صدقہ و خیرات وغیرہ کا ہو یہ اہل سنّت و جماعت کا مذہب ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

حضرت امیر و ذریت طاہرۂ او را تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امر تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند و فاتحہ و دُرود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است (تحفہ اثنا عشریہ، ص ۳۹۶)

حضرت علی اور ان کی اولاد پاک کو تمام افرادِ اُمت پیروں و مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ و دُرود و صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

طعامیکہ کہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند برآں فاتحہ و قل و دُرود خواندن تبرک می شود خوردن او بسیار خوبست (فتاویٰ عزیزی، ص ۷۵)

وہ کھانا حضرت امام حسن و حسین کی نیاز کیلئے پکایا جائے اور جس پر فاتحہ، قل شریف اور دُرود پڑھا جائے وہ تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت ہی اچھا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

وشیر برنج بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند وبخورانند مضائقہ نیست جائز است و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن جائز است (زبدۃ النصائح، ص ۱۳۲)

دودھ، چاول (کھیر) کسی بزرگ کی فاتحہ کیلئے انکی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکانے اور کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جائز ہے اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جائے تو مال داروں کو بھی کھانا جائز ہے۔

حضرت شیخ احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت امام محمد شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد رشید امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں اور علوم شریعت و طریقت کے جامع اور صاحب ورع و تقویٰ اور ذوق و شوق تھے جن کی ساری زندگی امر معروف اور نہی منکر میں گزری۔ ان کے حالات شریفہ میں شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

وی بغایت محبت خاندان نبوت علیہ التحیۃ موصوف بود بر طریقۂ پیر خود گویند کہ در عشرۂ عاشورا و دوازدہ از اوّل ربیع الاوّل جامۂ نو و جامۂ شستہ نپوشیدی و در لیالی ایں ایام جز بر خاک نہ خفتی و در مقابر سادات معتکف شدی و ہر روز بقدر امکان بروح حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بارواحِ خاندان مطہر توسیع طعام میکر دو چوں روز عاشورا شدی کوزہائی نو از شربت پر کردی و بر سر خود نہادی و بدر خانہ سادات رفتی و یتیماں و فقیران ایشاں را نجو رامیندی و دراں ایام چنداں گریستی کہ گویا آں واقعہ در حضور او شدہ است (اخبار الاخیار، ص ۱۸۴)

اور وہ خاندان نبوت علیہ التحیۃ کے ساتھ انتہائی محبت و عقیدت رکھنے میں اپنے پیر و مرشد کے طریقہ پر تھے، کہتے ہیں کہ عشرہ عاشورہ اور ربیع الاوّل کے پہلے بارہ دِنوں میں وہ نئے اور اچھے کپڑے نہ پہنتے اور ان دنوں کی راتوں میں زمین پر ہی سوتے اور مقابر سادات میں اعتکاف کرتے اور ہر روز بہ قدر امکان حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک اور آپ کے خاندان مقدس کی ارواح کو ثواب ہدیہ کرنے کیلئے طعام میں توسیع کرتے اور عاشورا کے دن نئے کوزے شربت سے بھر کر اپنے سر پر رکھ کر سادات کے گھروں میں جاتے اور ان کے یتیموں اور فقیروں کو پلاتے اور ان ایام میں اس طرح گریہ کرتے کہ گویا واقعہ کربلا ان کے سامنے ہو رہا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بالفعل جو کچھ معمول اس فقیر کا ہے لکھتا ہے اسی سے قیاس کر لینا چاہئے کہ سال بھر میں دو مجلسیں فقیر کے یہاں ہوتی ہیں ایک مجلس ذکر وفات شریف، دوسری مجلس ذکر شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہ مجلس بروز عاشورا یا اس سے ایک دو دن پہلے ہوتی ہیں قریب چار پانچ سو بلکہ ہزار آدمی یا اس سے بھی زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اور دُرود شریف پڑھتے ہیں۔ بعد ازاں یہ فقیر آکر بیٹھتا ہے اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل جو حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں بیان میں آتے ہیں اور ان بزرگوں کی شہادت کی خبریں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں اور بعضے حالات کی تفصیل اور ان حضرات کے قاتلوں کا بدانجام ذِکر کیا جاتا ہے۔

دریں ضمن بعضے مرثیہ ہا کہ از مردم غیر یعنی جن و پری حضرت ام سلمہ و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شنیدہ اند نیز مذکور میشود و خواب ہائے متوحش کہ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ دیدہ اند و دلالت بر فرط حزن و اندوہ روح مبارک جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می کنند مذکور می گردد بعد ازاں ختم قرآن مجید و پنج آیۂ خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید و دریں بین اگر شخصے خوش الحان سلام می شود خواند یا مرثیہ مشروع ایں اتفاق می شود ظاہر است کہ دریں بین اکثر حضار مجلس را و ایں فقیر راہم رقت و بکا لاحق می شود ایں است قدرے کہ بہ عمل می آید پس اگر ایں چیز ہا نزد فقیر بہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی بود اقدام برآں اصلاً نمی کرد (فتاویٰ عزیزی، ج ا، ص ۱۱۰)

اس ضمن میں بعضے مرثیے جو جن و پری سے حضرت ام سلمہ و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سنے ہیں وہ بھی ذکر کیے جاتے ہیں اور وہ خواب ہائے وحشت ناک ذکر کیے جاتے ہیں جو حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ نے دیکھے جو دلالت کرتے ہیں روح مبارک جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نہایت رنج و غم پر۔ اس کے بعد قرآن مجید ختم کیا جاتا ہے اور پنج آیت پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود ہوتی ہے اس پر فاتحہ کی جاتی ہے اور اس اثنا میں اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا مرثیہ مشروع پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حاضرین مجلس اور اس فقیر کو بھی حالت رقت و گریہ و بکا لاحق ہوتی ہے، اس قدر عمل میں آتا ہے پس اگر یہ سب کچھ جو ذکر کیا گیا ہے فقیر کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو فقیر ہرگز اس پر اقدام نہ کرتا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی جو صاحب ترجمۂ قرآن بھی ہیں، ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مقرر کرنا دن اور مہینے کا مولد شریف کیلئے اور لوگوں کے ایک جگہ اکٹھا ہونے کے واسطے ربیع الاوّل میں اور یوں ہی:۔

انعقاد مجلس ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام در ماہ محرم در روز عاشورہ یا غیر آں و شنیدن سلام و مرثیہ مشروع و گریہ و بکا بر حال شہدائے کربلا جائز درست است۔

انعقاد مجلس ذکر امام حسین علیہ السلام کی محرم کے مہینے میں اس کے سوا اور سننا سلام اور مرثیۂ مشروع کا اور گریہ و بکا حال شہدائے کربلا پر جائز اور درست ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اپنے فتاوئی میں فرماتے ہیں:۔

سوال......مصائب کربلا خیال کردہ واحوال امام تصور یدہ اگر اشکہا از چشم جاری شوند ہیچ مضا ئقہ دارد یا نہ؟	سوال......کربلا کے مصائب کا خیال اور امام کے احوال کا تصوّر کرتے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائیں تو کوئی مضائقہ ہے یا نہیں؟
جواب......ہیچ مضائقہ ندارد وبیہقی وحاکم روایت کردہ کہ چشم مبارک آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدیں غم اشکہا ریختہ بود در روز واقعۂ کربلا ابن عباس وام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رانجواب دیدند پریشان موغبار آلودہ چناں چہ احمد وبیہقی ایں مضمون را روایت کردہ است وایں گریہ امر غیراختیاریست۔ (مجموعہ فتوٰی، ج ۳،ص ۱۲۷)	جواب......کوئی مضائقہ نہیں بیہقی اور حاکم نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک اسی غم سے اشک بار ہوئیں اور واقعۂ کربلا کے دن حضرت ابن عباس وحضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوخواب میں دیکھا کہ آپ پریشان وملول (اور) بال غبار آلودہ تھے چنانچہ اس مضمون کو احمد وبیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ گریہ غیر اختیاری بات ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت مجدّد دین وملّت، حکیم الامت علامہ شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

جو مجلس ذکر شریف حضرت سیّدنا امام حسین واہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو، جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل و مقامات ومدارج بیان کیے جائیں اور ماتم وتجدید غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یک سر پاک ہو فی نفسہ حسن ومحمود ہے خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم اگر چہ وہ نظم بوجہ ایک مسدّس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سیّد الشہداء ہے عرف حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے۔

و نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم عن المراثی واللّٰه سبحانه و تعالیٰ اعلم

(اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشہادۃ، ص ۱۳)

اسی رسالہ میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

ذکر شہادت شریف جب کہ روایات موضوعہ وکلمات ممنوعہ ونیت نامشروعہ سے خالی ہو عین عبادت ہے۔

عند ذکر الصّٰلحین تنزل الرّحمة "یعنی صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ (ص-۸)

اسی رسالہ میں تیسری جگہ تعزیہ داری کے متعلق فرماتے ہیں۔

تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پرنور حضور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیر ہا ہر غیر جاندار کی بنانا رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز جیسے صدہا سال سے طبقہ فطبقہ آئمہ دین وعلمائے معتمدین نعلین شریفین حضور سیّد الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے بنانے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اشتباہ ہو امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ مگر جہاں بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریف مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں اوّل تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت پھر کسی میں پریاں کسی میں براق کسی میں اور بے ہودہ طمطراق پھر کوچہ بہ کوچہ ودشت بہ دشت اشاعتِ غم کیلئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی افگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک سلام کر رہا ہے کوئی مشغول طواف کوئی سجدے میں گرا ہے کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا منّتیں مانتا ہے حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے باجے تاشے مردوں عورتوں کا راتوں کا میل اور طرح طرح کے بے ہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش مارا کہ خیرات کو بھی بہ طور خیرات نہ رکھا یا وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں اب بہار عشرہ کے پھول کھلے تاشے باجے بجتے چلے طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی ، میلوں کی پوری رسوم جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے الرضوان والثنا کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کو توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ فرمائے، آمین۔

اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرت شہدائے کرام علیہم الرضوان والثنا کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب ومحبوب تھا اور نظر شوق ومحبت میں نقل روضۂ انور کی بھی حاجت تھی تو اسی قدر جائز قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک وزیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ زنی وماتم کنی ودیگر امور شنیعہ وبدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل

میں بھی اہل بدعت سے مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کیلئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا:۔

اتقوا مواضع التهم اور وارد ہوا من كان يؤمن بالله واليوم الأخر فلا يقفن مواقف التهم

لہٰذا روضۂ اقدس حضور سیّد الشہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بہ قصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبۂ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے لکھے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پرنور کے نقشے لکھے ہیں والسلام علی من اتبع الہدے واللہ تعالیٰ وسبحانہ اعلم (ص-۴)

اسی رسالہ میں چوتھی جگہ فرماتے ہیں۔

پانی یا شربت کی سبیل لگانا جب کہ بہ نیت محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبۂ آئمہ اطہار مقصود ہو بلاشبہ بہتر و مستحب و کارِ ثواب ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا كثرت ذنوبك فاسق الماء على الماء تتناثر كما يتناثر الورق من الشّجرة فى الريح العاصف

جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائینگے جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے۔ (رواہ الخطیب عن انس رضی اللہ عنہ)

اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی مندوب و باعث اجر ہے حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان الله عزوجل يباهى ملائكة بالذين يطعمون الطعام من عبيده

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کر رہے ہیں۔

(رواہ الشیخ فی الثواب عن الحسن مرسلاً)

مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں (وغیرہ) پھینکتے ہیں کچھ ہاتھوں میں آتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں کچھ پاؤں کے نیچے آتی ہیں یہ منع ہے کہ اس میں رزق الٰہی کی بے تعظیمی ہے۔ (ص-۱۱)

صبر اور جزع و فزع

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَ بشر الصّابرین الّذین اِذآ اصابتھم مُصیبۃ قالوا اِنا لِلّٰہ وَ اِنا الیہِ راجعون ط اولٓئک علیھم صلوات مِّن ربھم وَ رحمۃ و اولٓئک ھُم المھتدون (البقرۃ)

اور خوش خبری دے دو صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو لوگ بوقت مصیبت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارا جینا مرنا اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے انہی کیلئے اللہ تعالیٰ کی بشارت، صلوٰۃ و رحمت ہے فرمایا: ان اللّٰہ معَ الصابِرین بے شک اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صابروں کو اللہ تعالیٰ کی خاص معیت حاصل ہوتی ہے۔

اِنّما یوفّی الصّابرون اَجرھم بغیر حِساب کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

اہل اللہ اور اہل ایمان کا طریقہ اور شیوہ صبر کرنا ہی ہے کیونکہ ان کے معبود برحق اور محبوبِ حقیقی کو یہی پسند ہے اور بے صبری، شکوہ و شکایت اور جزع و فزع سخت ناپسند ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ما من مسلم یصاب بمصیبۃ فیذکرھا و ان طال عھدھا فیحدث لذالک استرجاعا الاجددا اللّٰہ لہ' عند ذالک فاعطاہ مثل اجرھا یوم اصیب (احمد، ابن ماجہ، بیہقی، درمنثور، ج ا،ص ۱۵۶)

کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جسکو کوئی مصیبت پہنچی ہو، اگرچہ اس پر ایک زمانہ گزر چکا ہو اور وہ اس کا ذکر کر کے اناللہ وانا الیہ راجعون کہے تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے اسکو تازہ کر کے اس کو اس دن کی مثل اجر و ثواب عطا فرماتا ہے جس دِن اس کو مصیبت پہنچی تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ما من مصیبۃ وان تقادم عھدھا فیجدد لھا العبد الاستر جاع الاجدد اللّٰہ لہ ثوابھا و اجرھا (درمنثور، ج ا،ص ۱۵۶)

نہیں ہے کوئی مصیبت اگرچہ اس کو ایک زمانہ ہوگیا ہو تو بندہ جب اس کو یاد کر کے اناللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے اس کو نیا اور تازہ کر کے اس کو پھر اسکا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضرت امام پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر مصائب پر اناللہ کہنے والے کو اس دن کی مصیبت کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

قارئین حضرات گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ ان اشقیا قاتلوں نے حضرت امام پاک اور آپ کے رفقاء کو شہید کرکے ان کے سروں کو نیزوں پر چڑھایا اور گلی کوچوں میں پھرایا تھا علاوہ ازیں یہ بھی آتا ہے کہ شہداء کی کمانوں، ان کے عماموں اور بعض مستورات طیبات کی چادروں اور اوڑھنیوں کو جو انہوں نے لوٹیں تھیں اپنے جھنڈوں پر باندھ کر نقارے اور شادیانے بجاتے ہوئے بہ شکل جلوس دارالامارۃ کی طرف روانہ ہوئے تھے اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت اطہار کے متبرک ناموں کو بہ طور چنگ گلی بازاروں میں لیتے پھرنا اور علموں کو بلند کرکے نقارے وغیرہ بجانا بہت بُری بات ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے کہ یہ یزیدوں کا شعار ہے۔ اسی طرح سیاہ کپڑے پہننا، کپڑوں کا پھاڑنا، گریبان چاک کرنا، بال بکھیرنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کوبی اور رانوں پر ہاتھ مارنا اور گھوڑا اور تعزیہ وغیرہ نکالنا یہ سب ناجائز، حرام اور باطل ہیں۔ اگر یہ باتیں جائز، دلیل محبت اور باعثِ ثواب ہوتیں توامام زین العابدین یا دیگر آئمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو کرتے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ انہوں نے ایسا کیا ہو بلکہ ان سے ان کی ممانعت ثابت ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہادت کے دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر انور اور داڑھی مبارک پر خاک پڑی دیکھی تو معلوم ہوا کہ اس دن سر پر خاک ڈالنا سنت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاک کا پڑ جانا اور بات ہے اور ڈالنا اور بات۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود خاک ڈالی نہ تھی بلکہ پڑ گئی تھی کیونکہ آپ معرکۂ کربلا کے وقت وہاں موجود تھے اور خون مبارک جمع فرمارہے تھے۔ اس وقت یقیناً خاک اڑ رہی تھی اور تیز مسافت بعیدہ طے کرکے تشریف لائے تھے جیسا کہ فرمایا تھا کہ میں ابھی حسین کی شہادت گاہ سے آیا ہوں۔ اس طرح بھی گرد و غبار کر پڑ جانا ایک یقینی امر ہے۔

سید عمار علی صاحب جو حالانکہ ایک غالی قسم کے شیعہ ہیں وہ اپنی تفسیر عمدۃ البیان میں زیر آیت **ولنبلونکم بشئ الایۃ** فرماتے ہیں اکثر آدمی محرم میں بدعتیں کرکے ثواب کو ضائع کرتے ہیں باجے بجاتے اور بجواتے ہیں اور مرثیوں میں جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے ایجاد کرکے داخل کرتے ہیں اور غلو اور تنقیص کی روایتوں کو جلسوں میں بیان کرکے لوگوں کے ایمانوں کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع ہیں انہیں میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے۔

شیعہ مذھب کی معتبر کتب سے ارشادات ائمہ اھل بیت

کتاب وسنت میں جابہ جا مومنوں کو صبر کی ترغیب دی گئی ہے اور جزع وفزع سے منع کیا گیا ہے اور ائمہ اہل بیت کی بھی یہی تعلیم ہے تو اگر ہم واقعی ان سے سچی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور ان کے سچے پیرو ہیں تو ہمیں ان کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو!

۱ ...... جابر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے پوچھا:۔

ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل و	کہ جزع کیا ہے؟ فرمایا ویل اور بلند آواز سے چیخ مارنا یعنی واویلا اور
العویل و لطم الوجه والصدور و جز الشّعر	شور کرنا اور منہ پر طمانچہ مارنا اور سینہ زنی کرنا اور ماتھے کے بال نوچنا
من النواصی و من اقام النواحة فقد ترک	اور جس نے رونے (کی مجلس) کو قائم کیا بلاشبہ اس نے صبر کو ترک کیا
الصبر و اخذتی غیر طریقة و من صبروا ستر	اور ہمارے طریقے کو چھوڑ کر غیر طریقہ اختیار کیا اور جو صبر کرے اور
جع و حمدا للّٰه عزّوجل فقد رضی بما صنع	اناللہ کہے اور اللہ عزوجل کی حمد کرے اور جو کچھ اللہ نے کیا ہے اس پر
اللّٰه و وقع اجره علی اللّٰه و من لم یفعل	راضی رہے اس کا اجر وثواب اللہ کے ذِمہ کرم پر واجب ہو گیا اور
ذٰلک جری علیه القضاء و هو ذمیم واحبط	جو ایسا نہ کرے جب کہ اس پر کوئی قضا واقع ہو تو وہ برا آدمی ہے اور
اللّٰه تعالیٰ اجره' (فروع کافی، ج ا، ص ۱۲۱)	اللہ تعالیٰ اس کا اجر وثواب برباد کر دیتا ہے۔

اس روایت میں جزع وفزع اور صبر دونوں کی تعریف کے ساتھ ساتھ دونوں پر عمل کے انجام کا بھی بیان ہے۔

۲ ...... حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں:۔

ان الصّبر و البلاء یستبقان الی المؤمن	بے شک صبر اور تکلیف ومصیبت دونوں مومن کو پیش آتے ہیں
فیاتیه البلاء و هو صبور و ان الجزع و	(جب) مومن کو تکلیف ومصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور
البلاء یستبقان الی الکافر فیاتیه البلاء	بے شک جزع اور تکلیف ومصیبت دونوں کافر کو پیش آتے ہیں
و هو جزوع (فروع کافی، ج ا، ص ۱۲۱)	تو (جب) کافر کو مصیبت آتی ہے تو وہ جزع وفزع کرتا ہے۔

اس روایت میں حضرت امام نے مومن اور کافر کا طرز عمل اور شناخت بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ مومن کی طرف صبر اور مصیبت دونوں سبقت کرتے ہیں یعنی مصیبت کے ساتھ صبر بھی آتا ہے اس لئے مومن مصیبت کے وقت صبر ہی کا مظاہرہ کرتا ہے جزع تو اس کی طرف آتا ہی نہیں جس کا مظاہرہ ہو اور کافر کی طرف مصیبت کے ساتھ صبر آتا ہی نہیں بلکہ جزع ہی آتا ہے اس لئے کافر سے بوقت مصیبت جزع کا ہی مظاہرہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صبر مومن کا شیوہ ہے اور جزع وفزع کافر کا۔

۳...... حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ فرمایا:۔

الصبر من الایمان بمنزلة الرّاس من الجسد فاذا ذهب الراس ذهب الجسد كذٰلك اذا ذهب البصر ذهب الایمان

صبر بہ منزلہ سر ایمان ہے جب سر ہی نہ رہے تو جسد بھی نہیں رہتا اسی طرح جب صبر جاتا رہتا ہے ایمان بھی نہیں رہتا یعنی صبر اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں۔

(صافی شرح اصول کافی، ج ۴، ص ۱۷۱)

٤...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف پر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے غسل اور تجہیز و تکفین کے وقت فرمایا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوگئے جو کسی اور کی وفات سے نہ ہوتے اور وہ امور نبوت، وحی الٰہی، آسمانی خبریں وغیرہ ہیں اور آپ کا فیض عام تھا جس سے سب لوگ یکساں مستفیض ہوئے ہیں۔

ولولا انک امرت بالصّبر و نهیت عن الجزع لا نفدنا علیک ماء لاشئون

اور اگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع وفزع سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپکی وفات پر اتنا روتے کہ رطوبت بدن خشک ہوجاتی۔

(نہج البلاغۃ)

اس ارشاد میں چند باتیں قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ کی وفات سب سے بڑا حادثہ ہے کسی اور کی وفات آپ کی وفات کے برابر نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صراحۃً یہ فرما رہے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع وفزع سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم بہت ہی زیادہ روتے۔ سوم یہ کہ حضرت علی نے ایسے الم ناک موقعہ پر بھی صبر کیا اور جزع وفزع نہیں کیا کیونکہ اس کی ممانعت تھی۔

۵...... جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کا واقعہ ہوا اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن میں تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بذریعہ تحریر اطلاع فرمائی۔

فلمّا قرع الكتاب قال یالها من مصیبة ما اعظمها مع ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من اصیب منكم بمصیبة فلیذكر مصابه بی فانه لن یصاب بمصیبة اعظم منها و صدق صلی الله علیه وسلم (فروع کافی، ج ۱، ص ۱۱۹)

تو جب انہوں نے خط پڑھا فرمایا کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جس کو کوئی مصیبت پیش آجائے اسکو چاہئے کہ وہ میری وفات کی مصیبت یاد کرلے کیونکہ وفاتِ رسول سے بڑھ کر مسلمان کیلئے کوئی اور بڑی مصیبت نہ ہوگی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

دیکھیے حضرت علی کی شہادت سے جس قدر صدمہ حضرت حسین کو ہوا ہوگا وہ کسی اور کو ہرگز نہیں ہوسکتا تھا مگر آپ نے شہادت کی اندوہ ناک خبر پڑھ کر بالکل جزع وفزع نہیں کیا بلکہ صبر سے کام لیا اور فرمایا کہ وفات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہوسکتی۔ جب اس اعظم مصیبت پر صبر کا حکم ہے تو پھر کسی اور مصیبت پر بے صبری کب جائز ہوسکتی ہے۔

٦......حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔

من ضرب یده علی فخذه عند مصیبة حبط عمله (نہج البلاغہ، ج۳، ص۱۸۵)	جو مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارے اس کے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔

۷......حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں:۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ضرب المسلم یده علی فخذه عند المصیبة احباط لاجره (فروع کافی، ج۱، ص۱۲۱)	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارتا ہے وہ اپنے اجر وثواب کو برباد کرتا ہے۔

۸......انہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ

لا ینبغی الصیاح علی المیت ولا شق الثیاب (فروع کافی، ج۱، ص۱۲۲)	میت پر چیخنا چلانا اور کپڑے پھاڑنا لائق اور مناسب نہیں ہے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہے و یکن الناس لا یعرفونه و الصبر خیر لیکن لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور صبر بہتر ہے۔

۹......العلا بن کامل کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک مکان سے ایک چیخنے والی کے چیخنے کی آواز آئی۔ حضرت امام (ناراض ہوکر) کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے اور انا للہ پڑھ کر وہی حدیث بیان فرمائی جو اوپر مذکور ہوئی۔

ثم قال انا لنحب ان نعافی فی انفسنا و اولادنا و اموالنا فاذا وقع القضاء فلیس لنا ان نحب مالم یحب اللّٰه لنا (فروع کافی، ج۱، ص۱۲۲)	پھر فرمایا بے شک ہمیں یہی محبوب ومطلوب ہے کہ ہماری جانوں میں اور ہماری اولاد میں اور ہمارے مالوں میں خیر وعافیت رہے لیکن جب کوئی قضا واقع ہوجائے تو پھر ہم وہی پسند کریں جو اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے۔

۱۰ ...... سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں اپنی ہمشیرہ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:۔
اے بہن جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرنا۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز اپنا منہ نہ پیٹنا اور اپنے بال نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ الخ

اب دیکھئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کیا وصیت فرمائی:۔

ابن بابویہ بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ گفت کہ اے فاطمہ چوں بمیرم روئے خود را برائے من نخراش وگیسوئے خود را پریشان مکن و واویلا مگو و برمن نوحہ مکن ونوحہ گراں را مطلب	ابن بابویہ سند معتبر امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اے بیٹی جب میں انتقال کر جاؤں تو اپنا منہ نہ پیٹنا، بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نہ نوحہ گروں کو بلانا۔

(حیات القلوب، ج ۲، ص ۸۵۲ ۔ فروع کافی، ج ۲، ص ۲۱۴)

اس وصیت کے مطابق ہی سیّدہ نے کیا اسکے خلاف نہ کیا حضرت امام بھی سیّدہ زینب سے فرمار ہے ہیں کہ اپنی والدہ ماجدہ کی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا (چنانچہ انہوں نے بھی وصیت کے مطابق کیا)۔

جلاء العیون، اُردو، ج ۱، ص ۸۷۱ میں ہے کہ فرمایا:۔

اے خواہر نیک اختر خدا سے خوف لازم ہے قضائے حق تعالیٰ پر راضی رہنا چاہئے واضح ہو کہ سب اہل زمین شربت ناگوار مرگ نوش کریں گے اور ساکنان آسمان بھی باقی نہ رہیں گے مگر ذات حق تعالیٰ باقی ہے اور سب چیزیں معرض زوال وفنا ہیں خدا سب کو مار ڈالے گا اور پھر زندہ کرے گا فقط اسی کو بقا ہے۔ دیکھو ہمارے پدر و مادر و برادر شہید ہوئے اور سب سے بہتر تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اشرف المخلوقات تھے دنیا میں نہ رہے اور بہ جانب سرائے باقی رحلت فرمائی۔ اسی طرح بہت مواعظ اپنی خواہر سے بیان کر کے وصیت کی اور کہا اے خواہر گرامی تم کو میں قسم دیتا ہوں کہ جب میں شہید ہو کر بہ عالم بقا رحلت کروں گریبان چاک نہ کرنا اور منہ نہ نوچنا، واویلا نہ کہنا۔ (ج ۱، ص ۲۰۱ میں ہے) اور بہ صبر و شکیبائی حکم فرما کے بہ وعدہ ثواب ہائے غیر متناہی الٰہی تسکین دے کر ارشاد فرمایا چادریں سر پر اوڑھ لو اور آمادۂ لشکر مصیبت و بلا رہو کہ خدا ہی تمہارا حامی و حافظ ہے۔ شرِّ اعدا سے تم کو وہی نجات دیگا اور تمہاری عاقبت بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو بہ انواع عذاب و بلا مبتلا کریگا اور تمہیں ان بلاؤں مصیبتوں کے عوض دنیا و عقبٰی میں بہ انواع نعمت و کرامت ہائے بے اندازہ سرفراز فرمائیگا ہرگز ہرگز صبر و شکیبائی سے دست بردار نہ ہونا اور کلام ناخوش زبان پر نہ لانا کہ موجب نقصِ ثواب ہوگا۔

۱۱ ...... جامع عباسی اردو مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۲۶۷ میں ہے:۔

مکروہ ہے سیاہ لباس پہننا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنے یعنی کالے کپڑے۔

۱۲ ......

سئل الصادق علیہ السلام عن الصّلوٰۃ فی القلنسوۃ اسود فقال لا تصل فیھا لا نھا لباس اھل النار و قال امیر المومنین لا صحابہ لا تلبسوا السواد فانہ لباس فرعون الخ (من لا یحضر الفقھیہ، ص۵۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ سیاہ ٹوپی پہن کر نماز دُرست ہے؟ فرمایا سیاہ ٹوپی پہن کر نماز نہ پڑھیے کیونکہ سیاہ لباس دوزخیوں کا ہے اور امیر المومنین حضرت علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کالے کپڑے نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

یہ آئمہ اہل بیت کے اثناعشر یعنی بارہ ارشادات ان کے مبارک عدد کے مطابق اثناعشریوں کی خدمت میں خود اُن کی نہایت معتبر کتب سے ہدیہ ہیں ان میں بارہ ارشادات میں واضح طور پر بارہ ہی ہدایات ہیں:۔

۱﴾ مصیبت کے وقت صبر و شکیبائی ہرگز نہ چھوڑو کہ مصیبت پر صبر ہی مومن کا شیوہ اور نشانی ہے۔

۲﴾ مصیبت کے وقت جزع و فزع یعنی چیخنا چلانا، واویلا و شور کرنا یہ کافروں کا شیوہ اور نشانی ہے۔

۳﴾ مصیبت کے وقت منہ نہ پیٹو۔ ٤﴾ سینہ زنی (ماتم) نہ کرو۔

۵﴾ بال نہ بکھیرو۔ ٦﴾ بال نہ نوچو۔

۷﴾ ننگے سر نہ ہو۔ ۸﴾ رانوں پر ہاتھ نہ مارو۔

۹﴾ کپڑے نہ پھاڑو گریبان چاک نہ کرو۔

۱۰﴾ زبان پر کلام ناخوش یعنی رضائے الٰہی کے خلاف بول نہ لاؤ۔

۱۱﴾ رونے کی مجلسیں قائم نہ کرو کہ یہ سب صبر و رضا کے خلاف ہیں اور اسلام میں صبر و رضا کا حکم ہے۔

۱۲﴾ کالے کپڑے نہ پہنو کہ یہ دوزخیوں اور فرعون کا لباس ہے۔

اب دیکھئے کون ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت کو چھوڑ کر ائمہ کرام کی سچی عقیدت و محبت اور پیروی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ہدایات پر عمل کرتا ہے اور کون تاویلاتِ فاسدہ کر کے اپنا ایمان اور اعمال تباہ کرتا ہے۔

بعض لوگ نے نہایت ناانصافی کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ صحیح روایات کیساتھ ذکر شہادت کرنا بھی تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے، نیز حدیث میں مرثیوں کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اوّل تو ذکر شہادت حسنین کریمین کرنا ہرگز ہرگز روافض کا شعار نہیں بلکہ اہل سنّت و جماعت بھی ذکر شہادت کرتے ہیں البتہ خوارج ذکر شہادت نہیں کرتے بلکہ شہادت سے جلتے ہیں اور اسے سخت ناپسند کرتے ہیں تو ذکر شہادت سے روکنے والے خوارج سے مشابہت کرنے والے ٹھہرے۔ دوم! روافض تو صحیح روایات کے ساتھ ذکر شہادت کرتے ہی نہیں وہ تو اکثر جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں اور اہل بیت اطہار کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں جو انکے شانِ رفیع کے ہرگز لائق نہیں ہوتیں مثلاً انہوں نے منہ پر سر پیٹ لیا، گریبان چاک کردیا وغیرہ اور وہ مرثیے بھی ایسے پڑھتے ہیں جن میں احوالِ واقعی نہیں ہوتے بلکہ جھوٹ اور بہتان زیادہ ہوتا ہے۔ نیز وہ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین کی توہین و تنقیص کرتے ہیں علاوہ ازیں ان کی مجالس میں نوحہ، ماتم اور بہ تکلف رُلانا وغیرہ ہوتا ہے اور اہل سنّت و جماعت کی مجالس میں شان صحابہٴ کرام بھی بیان ہوتی ہے اور روافض کے الزامات اور بہتانات کا جواب بھی ہوتا ہے اور ذکر شہادت صحیح روایات کے ساتھ ہوتا ہے اور ماتم وغیرہ بالکل نہیں ہوتا تو مشابہت کیسے ہوئی اور حدیث میں جن مرثیوں کی ممانعت ہے وہ وہی مرثیے ہیں جن میں واہی تباہی غلط باتیں ہوں اور جن میں احوال واقعی ہوں تو اس قسم کے مرثیے اور اس قسم کے ذکر و مواعظ کی ہرگز ممانعت نہیں ہے، یہ بالکل جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: عند ذكر الصّالحين تنزل الرحمه کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور سیّدنا امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو صالحین کے امام ہیں ان کے ذکر مبارک کے وقت تو بلاشبہ کثیر رحمتیں نازل ہوتی ہیں نیز ان کی محبت ہر مومن پر واجب ہے تو ایسے محبوبوں کے مصائب پر بوجہ دردِ محبت دِل بھر آئے اور بلا قصد و اختیار رقت طاری ہوجائے اور آنکھوں سے اشک جاری ہوجائیں تو یہ رونا بھی عین رحمت اور علامتِ محبت و ایمان ہے۔ البتہ جزع فزع اور سینہ زنی وغیرہ بلاشبہ حرام و ناجائز ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

اے عزیز! جان تو کہ لوگ روتے اور اندوہ گین جو ہوتے ہیں اس کے سبب سے صبر کی فضیلت نہیں جاتی بلکہ چیخیں مارنے کپڑے پھاڑنے بہت شکایت کرنے سے البتہ صبر کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ (اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت، ص ۴۵۹)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم کی جب وفات ہوئی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوگئے بعض صحابہ نے اس رونے کو بے صبری خیال کر کے عرض کیا حضور آپ بھی روتے ہیں؟ فرمایا، بے صبری نہیں (دردِ محبت سے بے اختیار اشک بہنا) یہ تو رحمت ہے پھر فرمایا:۔

ان العين تدمع والقلب يحزن	بے شک آنکھیں بہہ رہی ہیں اور دِل غمگین ہے
والا نقول الا ما يرضىٰ ربنا وانا	مگر ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا ربّ راضی ہو۔
بفراقك يا ابراهيم لمحزنون (مشکوٰۃ)	اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔

ذکرِ شہادت کے مختصر فوائد

ذکر شہادت میں صحابہ واہل بیت خصوصاً امامین کریمین کے فضائل کا تذکرہ حرمت دین ومذہب کو قائم رکھنے کیلئے میدان میں نکلنا اور اعلائے کلمۃ الحق کرنا، دین کی عزت وحرمت اور استحکام کیلئے لرزا دینے والے مصائب برداشت کرکے دین کی عزت کی اہمیت ظاہر کرنا اور مصائب پر صبر وتحمل کا دامن نہ چھوڑنا، احباب اعزا واقربا اولاد اور خود اپنی جان تک قربان کردینا مگر باطل کے سامنے نہ جھکنا، عزیزوں کی لاشیں خاک وخون میں پڑی دیکھ کر بھی زبان پر حرف شکایت نہ لانا بلکہ ہر حالت میں حمد الٰہی کرنا، پسماندگان کو انتہائی بے کسی کی حالت میں دیکھ کر بھی راہِ حق میں ہمت نہ ہارنا، راضی بہ رضائے الٰہی رہنا، امتحان اور مقامِ صدق و صفا میں ثابت قدم رہنا، ان باتوں کے بیان سے سامعین کے قلوب میں جہاں امام پاک کی محبت وعظمت اور آپ کے مقام کی رفعت پیدا ہوتی ہے وہاں رضائے الٰہی کے حصول، دین کی عزت وحرمت کی اہمیت اور اس کیلئے جانی و مالی قربانی دینے اور راہِ حق میں ثابت قدم رہنے کا ولولہ انگیز جذابہ پیدا ہوتا ہے۔

دوسری طرف کوفیوں کی بے وفائی، صرف زبانی کلامی محبت کے دعوے بے کار محض اعزاز دنیوی کی خاطر عاقبت کی بربادی، خاندانِ نبوت کے ساتھ گستاخی وبے ادبی پر عذابِ الٰہی کا شکار ہونا، دنیا ہی میں اس کا انجام بد دیکھنا، خاصان خدا کے وصال پر زمین وآسمان کا رونا اور ان میں تغیرات کا رونما ہونا، مظلومانہ قتل کے بدلے ہزارہا لوگوں کا قتل ہونا وغیرہ سن کر سامعین سبق وعبرت حاصل کرتے ہیں اور اہل اللہ کی اہانت اور ان کی شان میں گستاخی وبے ادبی کرنے اور دنیا کی خاطر دین کی بربادی وغیرہ کرنے سے بچتے ہیں۔ غرض کہ بہت سے فوائد ہیں۔

ان مجالس کے ذریعے لوگوں کے عقائد واعمال کی اِصلاح ہوتی ہے بشرطیکہ ذکر شہادت کرنے والے علماء دیانت وصداقت کے ساتھ کتاب وسنّت کی روشنی میں حق بیان کریں۔ خواہ مخواہ غلط استدلال اور نامناسب باتوں سے فتنہ وفساد اور افتراق کی راہیں ہموار نہ کریں۔ انہی مجالس میں لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ فرزند رسول سے عقیدت ومحبت کے تقاضے محض چند رسموں کے بجالانے سے پورے نہیں ہوتے بلکہ امام عالی مقام کے ذکر شہادت کو سن کر ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ امام پاک نے جس طرح میدان کربلا میں حق پر استقامت، صبر ورضا اور تسلیم ووفا کا بہ تمام وکمال عملی مظاہرہ فرما کر رضائے الٰہی کا بلند ترین درجہ ومرتبہ حاصل کیا۔ اِن شاءاللہ ہم شریعت وسنّت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سچے پکے پابند ہوکر نیکی وبھلائی پر استقامت اختیار کریں گے اور حق وصداقت کے تحفظ، دین وایمان کی سلامتی اور تقویٰ کی بقاء کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور اپنے قول وفعل کو امام پاک کی سیرت وتعلیمات کے مطابق بنا کر ان کے نصب العین کو باقی اور زندہ رکھیں گے ۔

اسی مقصد کو زندہ یادگار کربلا سمجھو حسین ابن علی کی زندگی کا مدعا سمجھو

رمز قرآں از حسین آموختیم زآتش او شعلہ ہم اندوختیم

الحمدللہ کہ اس عاجز سگِ کوچۂ اہل بیت اطہار نے حقائق کے ساتھ صحیح واقعات کربلا اور چند ضروری متعلقہ مسائل تحریر کیے ہیں تا کہ برادرانِ اسلام غلط روایتوں اور من گھڑت کہانیوں کی بجائے اصل واقعات سے آگاہ ہو جائیں اور ان سے سبق و عبرت حاصل کریں۔

آخر میں جگر گوشۂ رسول اللہ، نور نگاہ سیّدہ فاطمہ زہرا، لختِ دلِ سیّدنا علی مرتضٰی، راحتِ جان سیّدنا حسن مجتبٰی، روح اسلام جان ایمان، خلاصۂ شہادت، شیر بیشۂ شجاعت پیکر وصبر ورضا، جان صدق ووفا، شہزادۂ کونین سیّد الشہداء حضرت سیّدنا ومولانا امام حسین صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علی جدہ وعلیہم اجمعین کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ اے سردار نوجوانانِ جنت محض لوجہ اللہ تعالیٰ، صدقہ اپنے پیارے نانا جان فخر آدم و بنی آدم رحمتِ عالم نور مجسم شفیع معظم حضور اکرم حضرت احمد مجتبٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کا، مجھ نالائق، گناہ گار پر نگاہِ لطف وکرم رکھنا، قیامت کے دن اپنے رؤف ورحیم اور کریم نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میری اور میرے اہل خانہ کی شفاعت فرمانا اور ہر ذلّت ورسوائی سے بچانا۔ ربّ کریم آپ پر کروڑوں رحمتیں فرمائے۔

نورِ نگاہِ سرورِ عالم میرا سلام
اسلام کے شہیدِ معظم میرا سلام

دینِ خدا کی حجت محکم میرا سلام
اے کربلا کے فاتحِ اعظم میرا سلام

لاکھوں سلام راکبِ دوشِ رسول پر
عاجز کی طرف سے ہوں پورِ بتول پر

محتاج نظر کرم

محمد شفیع اوکاڑوی غفرلہ'